

عمران سیریز نمبر 27۔ سوالیہ نشان

ابنِ صفیٰ

پیشرس

\*\*\*\*\*

اس کہانی کی شروعات ہی سوالیہ نشان بن کر رہ گئی ہے! اور سوالیہ نشان اس وقت تک ذہن میں چکراتا رہتا ہے جب تک کہ سچ مج ایک سوالیہ نشان کہانی میں داخل نہیں ہو جاتا۔ اس بار عمران ایک ایسے آدمی سے ٹکرایا ہے جو خود اسی کی طرح پُراسرار تھا۔ یعنی خود اس کے ساتھیوں نے بھی اس کی شکل نہیں دیکھی تھی! اس کا طریق کار بھی عمران ہی کا سا تھا۔ اس کہانی میں آپ کو روشنی بھی ملے گی۔ عمران سیریز کے سلور جوبی نمبر میں اسی کی کمی بہت شدت سے محسوس کی گئی تھی۔ مگر اُس کہانی میں اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں نکل سکی تھی۔

بعض احباب کچھ کرداروں کے لئے مصر ہوتے ہیں کہ انہیں اکثر لایا جائے، میں کوشش کرتا ہوں کہ ایسا ہو سکے لیکن بعض کہانیوں میں یہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان کرداروں کو ان میں کھپانے کے لئے کسی معقول جواز کی بھی ضرورت پیش آتی ہے۔ اور جواز مجھے نہیں ملتا۔ اسی لئے بعض اوقات میں اکثر فرمائشات پوری کرنے سے قاصر رہتا ہوں۔ پھر بھی کوشش یہی کرتا ہوں کہ پڑھنے والوں کے زیادہ سے زیادہ مطالبات پورے کر سکوں۔

آپ نقالوں کے سلسلے میں بھی مجھے بور کرتے ہیں! یہ آپ کی زیادتی ہے۔ ارے بھئی اگر کسی نے میرے کرداروں مثلاً فریدی، حمید، قاسم اور عمران کے نام اپنا کر ناول لکھنے شروع کر دیئے ہیں تو اس سلسلے میں میں کیا کرسکتا ہوں! مجھے تو اپنے کماؤپتوں پر فخر ہے جو دوسروں کا ذریعہ معاش بن کر بھی ایک اہم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ مجھے اس پر ذرہ برابر بھی غصہ نہیں آتا! بس صرف اتنی سی بات گران گذرتی ہے کہ لکھنے والے اپنے باپ کا نام بتانے کے بجائے میرے ہی باپ کا نام بتانے لگتے ہیں۔ وہ بھی اس انداز میں کہ میں ہی معلوم ہوں اور وہ ایک آدھ نقطے کے فرق سے کتابیں خریدنے والوں کو دھوکا دے نکلیں۔۔۔

ویسے آئیے میں آج آپ کو ایک راز کی بات بتاؤں۔ وہ یہ کہ باپ کا نام بتائے بغیر کوئی جاسوسی ناول نویس کامیاب ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر شرط یہ ہے کہ نام میرے ہی باپ کا بتایا جائے۔

تیسرا بات یہ ہے کہ آج کل پھر نجی قسم کے خطوط کا زور بڑھنے لگا ہے۔ میں پہلے بھی آپ سے عرض کرچکا ہوں کہ مجھے ذاتی خطوط کے جوابات لکھنے کا وقت نہیں ملتا۔ آپ کو جواب نہیں ملتا تو آپ یہ حد خفا ہو کر دوسرا خط لکھ دیتے ہیں... میں آپ کی محبت اور خلوص کا بے حد مشکور ہوں! اس وقت اور زیادہ مشکور ہوں گا جب آپ میرے پاٹھ کرے لکھے ہوئے جواب پر مصر نہ ہوں گے۔

بعض مقامی احباب مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ بہتر تو یہی ہے کہ وہ مجھ سے میری کتابوں ہی میں ملا کریں! کتابوں کے باہر میں بے حد بور نظر آؤں گا۔ اتنا کہ شائد پھر آپ میری کتابیں ہی پڑھنا چھوڑ دیں۔

آپ ملیں گے.... اور جتنی دیر بھی یہ ملاقات جاری رہے گی میں آپ کو بازار کے نرخوں کے اتار چڑھاؤ پر بور کرتا رہوں گا اور آپ میرے متعلق ایسی لغواری قائم کر کے اٹھیں گے کہ بس.....

اب میں کیا کروں عادت ہی ہے میری۔ علیک سلیک کرے بعد سب سے پہلے یہی عرض کروں گا کہ مسور کی دال کے دام بہت چڑھنے لگتے ہیں! ہلدی بہت واہیات آرہی ہے... ارمے صاحب آخر کوئی کیونکر جئے جب کہ چار چار دن کا سینکنڈ ہینڈ گوشت بھی اتنا گران ملتا ہے۔

آپ میری شکل دیکھ کر سوچیں گے کہ شائد ریزربلیڈ کے دام بھی بہت چڑھنے لگتے ہیں۔

(1).

صفدر نے بائیں پیر کی ایڑی پر گھوم کر پیچھے آنے والے کے گال پر تڑاخ سے ایک تھپڑ رسید کیا اور فٹ پاٹھ کی بھیڑ کائی کی طرح پھٹ گئی۔ جس کے گال پر تھپڑ پڑا تھا یہ ایک خوش پوش اور صحت مند نوجوان تھا۔... وہ ششد رہ گیا۔ صفر حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہا تھا۔ ”تم کمینے ہو۔۔۔ پچھلے سال تم نے میری مرغی کے بچے چرا لئے تھے اور آج بکری کے بچے کی ٹانگ توڑ دی۔۔۔ سور کے بچے نہیں تو۔۔۔“

آس پاس کھڑے ہوئے لوگوں کو غصہ آگیا تھا اور ان میں سے کئی بیک وقت صفر پر ٹوٹ پڑے۔ جس شریف آدمی کے گال پر تھپڑ پڑا تھا اس نے شائد اسی میں عافیت سمجھی تھی کہ چپ چاپ وپاں سے کھسک ہی جائے۔۔۔ خواہ مخواہ بھرے مجمع میں اس کی توبین ہوئی تھی۔

صفدر پر چاروں طرف سے باتھہ ہی باتھہ پڑ رہے تھے اور اپنے دونوں باتھوں کی بدولت کم سے کم مار کھاتا ہوا  
چیخ رہا تھا۔ ”تم سب چور ہو... مرغی چور... بکری چور...“

۔ ”پاگل ہے... ارسے... پاگل ہے... چھوڑو۔ ہٹو۔“ کسی نے کہا۔

لیکن فوری طور پر اُسے نہیں چھوڑا گیا۔ ایک آدھ پاتھہ پڑتے ہی رہے۔ پھر اس کے گرد ایک حلقة سا بن گیا۔ لوگ وہیں کھڑے رہے اور صدر اس طرح اچھلتا کوڈتا رہا جیسے کسی نادیدہ دشمن پر لاثیاں پرسا رہا ہو۔

اُس کے گرد بھیڑ بڑھتی چلی گئی اور فٹ پاتھہ کا وہ ٹکڑا جہاں صدر اپنے پاگل کا پین کا مظاہرہ کر رہا تھا راہ گیروں سے بھر گیا۔ تب دو تین کانسٹیبل لمبے لمبے قدم اٹھائے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔

مجمع ہٹانے میں انہیں کافی دشواریاں پیش آئیں لیکن بہر حال وہ فٹ پاتھہ کے اُس ٹکڑے کو خالی کرانے میں کامیاب ہو ہی گئے اب وہاں صدر کے علاوہ اور کوئی نہیں رہ گیا تھا۔ لیکن وہ اب بھی اُسی طرح اچھل کوڈ رہا تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے پوشہی نہ ہو۔

بدقت تمام کانسٹیبلوں نے اُسے قابو میں کیا۔

۔ ”تم کون ہو؟“ ایک نے اس کا گریبان پکڑ کر جھٹکا دیتے ہوئے پوچھا۔

۔ ”میں انارکلی کا بھتیجا ہوں۔۔۔ اور پھر تم کون ہونے ہو پوچھنے والے۔ جاؤ۔ اپنا راستہ لو۔۔۔ ورنہ مار مار کر بھس بھر ون گا۔“

۔ ”تم مار پیٹ کر رہے تھے۔۔۔“ ایک دبڑا۔

۔ ”تمہیں تو نہیں مارا پیٹا۔۔۔ کھسکو یہاں سے ورنہ۔۔۔“

۔ ”لے چلو سالے کو۔۔۔ خطرناک معلوم ہوتا ہے۔“ دوسرا نے کہا۔

۔۔۔ہٹ جاؤ۔۔۔بھاگ جاؤ۔۔۔” صدر ان کی طرف جھپٹا اور پھر وہ چاروں طرف سے اس پر پل پڑے ۔۔۔ تھوڑی ہی دیر بعد صدر نیچے تھا اور دو کانسٹیبل اُسرے دبوچے ہوئے تھے۔

قریب کر کچھ دوکان داروں کی مدد سے وہ اس کے باٹھ پیر باندھنے میں کامیاب ہو گئے اور پھر شائد تھانے سے ٹرک طلب کرنے کے لئے اس میں سے ایک فون کرنے چلا گیا۔

۔۔۔(2)۔۔۔

جولیا فتنہ والر نے فون پر ایکس ٹوکرے نمبر ڈائیل کئے! دوسری طرف سے توقع کرے مطابق جواب ملنے میں دیر نہیں لگی۔ ایکس ٹوکرے بھائی ہوئی آواز آئی۔  
۔۔۔”یہ...“۔

۔۔۔”جولیانا سر۔۔۔“۔

۔۔۔”کیا خبر ہے..“۔

۔۔۔”صدر پاگل خانے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔۔۔“۔

۔۔۔”گُد۔۔۔ اُسرے جو کام بھی سونپا جاتا ہے بحسن و خوبی انجام پاتا ہے۔۔۔“۔

۔۔۔”مگر جناب! یہ قصہ کیا ہے۔۔۔“۔

جواب ملنے کے بجائے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی اور جولیا بڑا سا منہ بنا کر رہ گئی۔  
وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی۔ پھر تنویر کرے نمبر ڈائیل کئے۔

۔۔۔”آہ۔۔۔ زہے نصیب۔۔۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”تو یہ تم ہو۔ کانوں پر یقین نہیں آ رہا۔۔۔“۔

۔۔۔”جس چیز پر یقین نہ ہو اُسرے پاس رکھنا ہی فضول ہے۔ اس لئے اپنے کان اکھڑوا دو۔“ جولیا نے بھی خوش مزاجی ہی ظاہر کی۔

۔۔۔”کیا۔۔۔ مجھے کہیں دھکے کھلوانے کا خیال ہے؟“ تنویر نے ہنس کر پوچھا۔

۔۔۔”نہیں۔۔۔ بس یونہی خیال آیا کہ کئی دن سے تمہاری خیریت نہیں معلوم ہوئی۔۔۔“۔

۔ اور حقیقت ہے کہ خیریت تھی ہی نہیں۔ ”تنویر نے کہا۔ ”ادھر آج کل وہ مجھے براہ راست احکامات دے رہا ہے اور میرا خیال ہے کہ اس کا دماغ چل گیا ہے۔“

-“آہا۔۔۔ کیا تم ایکس ٹوکے متعلق کچھ کہہ رہے ہو؟۔۔۔

۔ ”اپا۔۔۔ اُسی کے متعلق ۔۔۔ کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ اس نے عجیب و غریب حرکتیں شروع کر دی ساری۔۔۔“

-“میں نہیں جانتے۔” - جولیا نر اپنے آواز میں تحریر پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

۔ کیوں؟۔

-“تیمور اسٹریٹ میں ایک شراب خانہ ہے۔ ایورگرین! وہاں مجھے اس لئے بھیجا تھا کہ میں اس کے مالک کے سر پر ایک زور دار چپت رسید کر کے بھاگ آؤں۔۔۔”

۔ ”نہیں۔۔۔“

-“پقین کرو۔۔۔

۔ ”پھر تم نے کیا کیا؟“۔

۔۔۔ کیوں؟ تم تو ایکس ٹو کو اپنے جو ترکی نوک کر برا بھی نہیں سمجھتے۔

۔ ”مگر بے عزتی سے تو ڈرتا ہوں۔ میں نے پہلے انکار ہی کر دیا تھا۔ لیکن اُس نے دھمکی دی کہ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو میرے سر پر سر بازار چیتیں پڑا کریں گے۔“

جولیا بے ساختہ ہنس پڑی۔

۔“اچھا... اچھا... ہنس لو۔۔ ”تیمور غالباً چڑکر بولا تھا۔“ جس دن تم بھی اس کے پاگل پن کا شکار ہوئیں اسی طرح مزاج پوچھوں گا۔۔ ”

۔“ خیر تم بتاؤ کہ تم نے پھر کیا کیا تھا؟۔ ”

۔“ سب سے پہلے میں نے حالات کا جائزہ لیا۔ فی الحال اُس کھوپڑی ہی کو حالات سمجھو لو جس پر چپت پڑنے والی تھی۔ وہ کھوپڑی انڈے کی طرح چکنی اور سفاف تھی۔ مگر میں نے اسے مناسب نہ سمجھا کہ وہاں شراب خانے ہی میں اس کی کھوپڑی پر چپت آزمائی کروں۔ ایسی صورت میں میری چٹنی بن جاتی۔۔۔ بھاگتے راستہ نہ ملتا۔ لہذا میں نے سوچا کہ کسی طرح موٹے اور پستہ قد آدمی کو شراب خانے سے باہر نکالا جائے۔ ”

۔“ یعنی صرف چپت ضروری تھی۔ ” جولیا نے پوچھا۔“ یہ شرط نہیں تھی کہ چپت شراب خانے کے اندر ہی پڑے۔ ”

۔“ نہیں۔۔۔ ایکس ٹو نے وضاحت نہیں کی تھی۔ ”

۔“ اچھا پھر کیا ہوا؟ ”

۔“ میں نے اسے ایک چھوٹے بچے کے ہاتھ ایک خط بھجوایا۔ جس میں لکھا تھا کہ براہ کرم مجھ سے چوتھی گلی کے موڑ پر فوراً مل لیجئے۔ میں آپ کے فائدے کی ایک بات بتاؤ گی۔۔۔۔۔ میں نے سوچا خط کسی عورت کی طرف سے ہونا چاہئے تاکہ وہ دوڑ آئے۔ یہی ہوا ہی۔۔۔ وہ خط دیکھتے ہی روانہ ہو گیا تھا اور لڑکے نے اپنی راہ لی تھی۔ جیسے ہی وہ تیمور اسٹریٹ کی تیسرا گلی کے سرے پر پہنچا اس کی کھوپڑی بللا کر رہ گئی۔ مجھے بھی بس مزہ ہی آگیا تھا۔ شاید پہلی بار میں نے اتنی فراخ دلی سے کسی کی کھوپڑی پر اپنا ہاتھ آزمایا تھا۔۔۔ اور پھر کیا اب یہ بھی بتاؤ کہ اس کے بعد میں کس طرح سر پر پیر رکھ کر بھاگا۔۔۔ کاش میں اس کا حلیہ دیکھنے کے لئے وہاں رک سکتا۔ ”

۔“اس کے بعد کیا ہوا؟“۔

۔“ایکس ٹو نے خود ہی فون کر کرے میری اس محنت کی داد دی۔“

۔“تم غب تو نہیں ہانک رہے؟“ جولیا نے پوچھا۔

۔“غب ہانکنے کی ضرورت ہی کیا.....۔“

۔“پتہ نہیں کیا معاملہ ہے! میں خود بھی حیرت میں ہوں۔“ جولیا نے کہا۔

۔“کیوں؟ کیا تم بھی کسی چکر میں پڑ چکی ہو؟“۔

۔“نہیں، میں تو ابھی محفوظ ہوں۔ مگر صدر پاگل خانے میں پہنچ چکا ہے۔“۔

۔“کیا مطلب؟“۔

۔“اس نے صدر میں ایک آدمی کو چانٹا مار دیا تھا۔ پھر اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور پاگلوں کی سی حرکتیں کرتا رہا۔ آخر کار اُس کا حشر یہ ہوا کہ اس وقت پاگل خانے میں ہے۔“۔

۔“اوہ... کیا سچ مج ایکس ٹو پاگل ہو گیا ہے؟“۔

۔“نہیں ! وہ پاگل نہیں ہو سکتا۔ البتہ ہم سب ضرور ہو جائیں گے۔“۔

۔“آخر مقصد کیا ہے؟“۔

۔“اگر ہمت ہو تو اُسی سے پوچھ لو..“ جولیا نے کہا۔ “ویسے میرا خیال ہے کہ شائد وہ تمہیں بھی پاگل خانے ہی بھجوانا چاہتا تھا..“۔

۔“خدا جانے..”

۔“اچھا...” جولیا نے ایک طویل سانس لی اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ وہ اس سلسلے پر سنجیدگی سے غور کر رہی تھی۔

کیا ایکس ٹو سچ مچ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے؟ یہ ناممکن بھی نہیں تھا۔ جولیا نے سوچا کہ وہ ایک الگ تھلگ رہنے والا آدمی ہے اور پھر اُسے ذہنی محنت بھی بہت زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ تفریحات کا دلدادہ بھی نہیں معلوم ہوتا۔ اس کا دماغ الٹ جانا حیرت انگیز بھی نہیں ہوسکتا۔

وہ تھوڑی دیر تک اس مسئلے پر سوچتی رہی پھر یک بیک اُسرے عمران یاد آگیا۔ لہذا وہ دوسرے ہی لمحے فون پر اس کے نمبر ڈائل کر رہی تھی۔ سلسلہ مل گیا لیکن دوسری طرف سے کھانسیوں کی آوازیں آرہی تھیں۔

۔“پیلو...” جولیا نے کھانسے والے کو مخاطب کیا۔

۔“بکری کا گوشت چار آنے سیر۔” دوسری طرف سے آواز آئی۔

جولیا نے عمران کی آواز پہچان لی۔ لیکن اُس کی حرکت پر اُسے بڑا غصہ آیا۔  
۔“کیا بات ہے... تم بہت خوش معلوم ہو رہے ہو۔” جولیا نے جلے کٹے لہجے میں کہا اور دوسری طرف سے پھر آواز آئی۔ “بکری کا گوشت چار آنے سیر...”

۔“تم گدھے ہو...” جولیا جھلا گئی۔ “بکواس بند کرو۔ تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔”

۔“تم باتیں بھی کرتی رہو اور میں گوشت بھی بیچتا رہوں! ورنہ میری مٹی پلیڈ ہو جائے گی۔”

۔“کیوں؟ کیا مطلب؟”

۔“مطلوب! اُسی چوبیے ایکس ٹو سے پوچھو۔”

-“يعنى---”

۔ ”اُس نے کہا ہے کہ اگر میں گوشت بیچنے سے ذرا بھی غافل ہوا تو مجھے بیچ سڑک پر مرغا بنادے گا۔“

-“تم سچ کھہ رہے ہو یا میرا مضمکہ اڑانے کا ارادہ ہے؟۔

- اگر میرے گوشت بیچنے میں تمہیں اپنا مضمکہ نظر آرہا ہے تو تم نہ خریدنا مجھ سے ..... بکری کا گوشت چار آنر سیر۔۔۔

۔ ”صرف ایک منٹ کر لئے سنجیدہ ہو جاؤ۔“

- ”بیچ سڑک پر مرغا بننے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“ عمران کی آواز کچھ خوفزدہ سی تھی۔

-“کیا یہ حقیقت ہے؟”

۔ ”کیا اُس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔“

۔ ”میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔“ عمران نے کہا اور پھر بانک لگائی۔ ”بکری کا گوشت چار آنے سیر۔۔ میں نے اُس سے پوچھا تھا کہ سیکرٹ سروس والوں نے یہ دھندا کیوں شروع کر دیا ہے لیکن اسکا کوئی جواب نہیں ملا۔ میں سڑکوں پر بھی اس طرح چیختا پھرتا ہوں اور لوگ مجھے پاگل سمجھتے ہیں۔

- کیا تمہیں علم ہے کہ صدر پاگل خانے پہنچ گیا؟۔

"ہاں میں جانتا ہوں۔۔ میرے سامنے بھی کی بات ہے۔ اُسے صدر میں پکڑا گیا تھا اور میں وہاں سے گوشت بیچتا ہوا سیدھا بندر روڈ کی طرف بھاگا تھا۔ میرے پیچھے درجنوں بچے تالیاں بجا رہے تھے۔۔"

۔ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ ۔

۔ ”خدا کا غصب نازل ہو رہا ہے ابھی اور کیا ہو گا۔۔۔“

-“لیکن اس نے ابھی تک مجھے کوئی ایسا کام نہیں سونپا۔”

-“میں استعفیٰ دے دوں گے... سمجھو میں نہیں آتا... کیا کروں۔”

- بس میرا مشورہ ہے کہ ابھی سے بطخ کی بولنا شروع کردو۔ شائد یہی کام اُسے پسند آجائے اور وہ تمہیں سڑک پر جھاڑو دینے کا حکم نہ دے۔-

- ”عمران سنجدید گی سے کچھ سوچو۔ اگر واقعی اُس کا دماغ خراب ہو گیا ہے تو یہم کسی سے فریاد بھی نہ کرسکیں گے۔ کیونکہ ہمیں یہی نہیں معلوم کہ وہ خود کس کا ماتحت ہے۔۔۔“

۔ ایکس ون کا۔ ۔

۔۔۔“یہ کیا بلا سے؟۔۔۔

”پامیرنات میں ایک وادی ہے۔ اس کا بادشاہ! جو نچلے دھڑ سے بلی اور اوپری حصے سے گلفام معلوم ہوتا ہے۔ کبھی میاؤں میاؤں بولتا ہے اور کبھی یہ شعر پڑھتا ہے۔ ترے وعدے پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا کہ خوشی سرے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا۔“

.....“عمران”.....

۔ “یس مائی ڈیئر فٹنر واٹر.....! بکری کا گوشت...”

- "خاموش رہو۔"

۔۔۔ اگر یہ لکار ایکس ٹو نے سن لی تو فائدے میں نہ رہو گی۔۔۔

۔ ”میں کہتی ہوں۔ سنجدگی سے اس مسئلے پر غور کرو۔“۔

۔ ”میں تو صرف اس پر غور کرتا رہتا ہوں کہ بکری کا گوشت بہت سستا بیچ رہا ہوں کہیں کسی دن بکری کرے میک اپ میں کتنا نہ ذبح کرنا پڑے۔“۔

۔ ”تو میں یہ سمجھ لوں کہ اب تم ہی خود کو اس کے سامنے بے بس محسوس کرنے لگے ہو۔“۔

۔ ”کیا۔۔ کیا جانے مجبوری ہے۔ میں اس کے علاوہ کر ہی کیا سکتا ہوں۔ کیونکہ وہ اندھیرے کا تیر ہے۔ پتہ نہیں کب اور کہاں آلگے۔“۔

۔ ”اچھا تو یہی معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ اس کا مقصد کیا ہے۔“۔

۔ ”ضرورت کیا ہے۔۔ اسکا معاوضہ بھی اچھا خاصا ہی ملے گا۔ تم اگر معقول معاوضے پر مجھ سے مکھیوں کا استاک کرانا چاہو تو میں اس پر بھی تیار ہو جاؤں گا کیونکہ آج کل میرا بنک بیلننس کم ہو رہا ہے۔“۔

۔ ”جہنم میں جاؤ۔۔“ جولیا نے جھلا کر سلسلہ منقطع کر دیا۔ اس کی الجهن اور زیادہ بڑھ گئی۔

۔ (3)۔

عمران نے بلیک زیرو کے نمبر ڈائل کئے دوسری طرف سے فوراً جواب ملا۔

۔ ”تمہیں میری طرف سے کیا حکم ملا تھا۔؟۔“۔

۔ ”حکم۔۔ نہیں تو۔۔ کچھ بھی نہیں۔۔ جناب! آپ کس حکم کے متعلق کہہ رہے ہیں؟۔“۔

۔ ”اچھا مجھ سے وہیں ملو جہاں ہم ملا کرتے ہیں۔۔“۔

۔ ”بہت بہتر جناب۔۔“۔

عمران سلسلہ منقطع کر کے لباس تبدیل کرنے لگا۔ اس نے بلیک زیرو کو اسی فون سے رنگ کیا تھا جس کے نمبر ٹیلی فون ڈائریکٹری میں موجود تھے۔

باہر آکر اُسرے اس علاقے تک پیدل جانا پڑا جہاں کوئی کرے گیراج تھے۔ انہیں میں ایک میں عمران کی کار بھی رہتی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ ٹپ ٹپ کلب کی طرف جا رہا تھا۔ وہاں پہنچ کر اُسرے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ بلیک زیرو نے بھی وہاں پہنچنے میں جلدی ہی کمی تھی۔

وہ ڈائیننگ ہال میں ایک میز کے گرد بیٹھ گئے۔

”میں آپ کی اس کال کا مطلب نہیں سمجھتا تھا۔“

”کیا تمہیں علم ہے کہ صدر پاگل خانے پہنچ گیا ہے؟“

”میں نہیں جانتا۔۔۔ کب؟“ بلیک زیرو کے لہجے میں حیرت تھی۔

”آج شام کا واقعہ ہے اور کیا تمہیں علم ہے کہ تنویر نے ایک شریف آدمی کے سر پر چپت رسید کی تھی۔ اور وہاں سے بھاگ نکلا تھا۔“

”میں اس کے متعلق بھی کچھ نہیں جانتا۔“

”اچھا۔۔۔ اُدھر پچھلے ایک ہفتے کے اندر تمہیں میری طرف سے تو کوئی ایسا پیغام نہیں ملا جس پر تمہیں حیرت ہوئی؟“

”جی نہیں قطعی نہیں۔“

عمران نے ایک طویل سانس لی اور پھر بولا۔ ”کوئی ایکس ٹو اور اس کے ساتھیوں کو بے نقاب کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔“

”یہ کیسے معلوم ہوا؟“

۔“ان دونوں کو ایکس ٹوکی طرف سے ایسے پیغامات موصول ہوئے تھے۔۔۔”

۔“یقین کیجئے۔۔۔ میں نے کوئی ایسی حرکت نہیں کی۔۔۔” بلیک زیرو بوکھلا گیا۔

۔“مجھے تم پر اعتبار ہے۔” عمران سر ہلاکر بولا۔ “یہ ممکن ہے کہ کسی نے ایکس ٹوکا پرائیویٹ فون ٹیپ کر کر اس کے چند ساتھیوں کے متعلق معلومات فراہم کر لی ہوں اور اس کی آواز کی نقل اتنا نہیں کی مشق کر دالی ہو۔۔۔ مگر یہ حرکتیں صاف ظاہر کرتی ہیں کہ وہ ایکس ٹو یا اُس کے ساتھیوں کا صورت آشنا نہیں ہے۔ اُس نے فون ہی پر صدر کو پاگل پن کا سوانگ رچانے کی ہدایت دی اور جگہ بتا دی جہاں اُسے ہنگامہ برپا کرنا تھا۔ پھر از خود بھی وہیں پہنچ کر ہنگامہ برپا کرنے والے کو پہچان لیا کہ یہ صدر ہے۔ اسی طرح تنویر کو بھی گھر سے نکل کر اس جگہ لے گیا جہاں اُسے ایک آدمی کے سر پر چپت رسید کرنی تھی۔۔۔۔۔ چلو تنویر بھی نظر میں آگیا۔۔۔ جولیا بھی اس کی نظر عنایت ہو گئی ہے لیکن اُس سے ابھی تک اس قسم کا کوئی کام نہیں لیا گیا۔۔۔”

۔“مگر سنئے تو سہی۔” بلیک زیرو نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ “جو شخص ہی یہ حرکت کر رہا ہے یہ بھی سمجھتا ہو گا کہ آپ اس سے آگاہ ہو جائیں گے۔۔۔”

۔“کھلی ہوئی بات ہے۔” عمران نے سر ہلاکر جواب دیا۔

۔“پھر میرا خیال ہے کہ اُس سے حماقت ہی سرزد ہوئی ہے۔۔۔”

۔“ممکن ہے۔۔۔” عمران نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔

۔“کیا بقیہ لوگ محفوظ ہیں؟۔” بلیک زیرو نے کہا۔

۔“ابھی تک کسی رپورٹ کے مطابق! ان تینوں کے علاوہ اور کسی کو اس قسم کے پیغامات نہیں ملے۔ خیر بہر حال اب میں نے پرائیویٹ فون کا استعمال ترک کر دیا ہے۔ غالباً اُسی نمبر پر کہیں اور بھی کالیں ریسیو کی جا رہی ہیں۔ ایسا ممکن ہے۔۔۔۔۔ اب میں تمہیں عمران کے نمبروں سے پیغامات دیا کروں گا اور تم ایکس ٹوکی حیثیت سے انہیں دوسروں تک پہنچایا کرنا۔۔۔”

۔“بہت بہتر، اب ایسا ہی ہوگا جناب۔“

۔“مس جولیا اور تنویر کے علاوہ سبھوں کو مطلع کرچکا ہوں کہ اب وہ ایکس ٹوکرے پرائیویٹ نمبروں پر رنگ کرنا ترک کر دیں۔ انھیں میں نے تمہارے نمبر دیئے ہیں اس لئے بہت زیادہ محتاط رہو۔۔۔ بس فی الحال مجھے اتنا ہی کہنا تھا۔۔۔“

عمران اٹھ گیا۔

پھر کچھ دیر بعد اس کی کار جولیانا فٹنر واٹر کے مکان کے سامنے رکی۔ وہ اتر کر برآمدے میں آیا اور کال بل کا بین دبا کر انتظار کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد اندر سے قدموں کی آواز آئی۔

۔“کون ہے؟” جولیا نے دروازہ کھولنے سے قبل پوچھا۔

۔“بکری کا گوشت۔۔۔” عمران نے جواب دیا۔

دروازہ کھل گیا اور جولیا دونوں گھونسے اٹھا کر اس کی راہ میں حائل ہو گئی۔

۔“جاو۔۔۔ بھاگ جاؤ۔۔۔” اس نے کہا۔

۔“کیا تم بھی صدر کے پاس پہنچنا چاہتی ہو؟۔“

۔“سوچتے سوچتے میرا ذہن تھک گیا ہے اس لئے اب میں صرف سونا چاہتی ہوں۔۔۔“

۔“میں تمہارے لئے خواب آور گولیاں لایا ہوں۔۔۔ بکری کا گوشت۔۔۔“

۔“دفع ہو جاؤ۔۔۔ خدا کے لئے بور نہ کرو۔۔۔“

۔“میں تمہیں ایک دلچسپ کہانی سناؤں گا۔ پیچھے ہٹو ورنہ پھر تم ساری رات نہ سو سکو گی۔۔۔ بیوقوف کے عقل کھاں ہوتی ہے کہ وہ سوچتے گا کہ رات آرم کر لئے بنائی گئی ہے۔۔۔“

جولیا پیچھے ہٹ گئی اور عمران نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔ جولیا بڑیاتی ہوئی واپسی کے لئے

مڑ گئی تھی۔ عمران اس کے پیچھے چلتا ہوا نشست کے کمرے میں پہنچا۔

۔“ہاں بور کرو۔۔” جولیا جھٹکے کر ساتھ کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی۔

۔“یہ کمرہ بہت سلیقے سے سجا�ا گیا ہے۔” عمران چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ “مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس سے پہلے بھی کہیں ایسا ہی ایک کمرہ دیکھے چکا ہوں۔۔”

۔“خدا کئے لئے جو کچھ کہنا ہے جلدی کہہ ڈالو۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔۔”

۔“تم سو جاؤ۔۔ میں کہتا رہوں گا۔۔”

جولیا اُسے غصیلی نظروں سے گھورتی رہی۔ عمران نے بڑے اطمینان سے چیونگم کا پیکٹ نکلا اور اُسے پھاڑنے لگا۔

۔“اُرے تم خاموش ہو گئے۔۔” جولیا جھلاکر بولی۔“میں سچ کہتی ہوں پاگلوں کی طرح چیختنا شروع کردوں گی۔۔”

۔“پرواہ مت کرو۔۔ اس طرح صدر کی تنهائی بھی رفع ہو جائے گی ایسے کیا تمہیں بھی پاگل ہو جانے کا حکم ملا ہے؟ بکری کا گوشت چار۔۔”

۔“خاموش رہو۔۔۔” جولیا بُرا سا منہ بناؤ کر بولی۔“ایکس ٹو یقیناً پاگل ہو گیا ہے۔۔”

۔“کتنی بار یہی جملہ دھراؤ گئی۔۔۔ کیا تمہیں بھی۔۔۔”

۔“ہاں۔۔۔ مجھے بھی۔۔۔ لیکن میں اب اس کے متعلق نہیں سوچ رہی۔۔۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔۔۔”

۔“میں سچ کہتا ہوں کہ اگر تم نے سنجد گی سے میرے سوالات کا جواب نہ دیا تو ہمیشہ ہمیشہ کر لئے سو جاؤ گی۔۔۔”

۔“کیا مطلب؟۔”

۔“حالات ایسے ہی ہیں۔۔ ایکس ٹو کرے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہے کہ صدر اور تنویر پر کیا گذری۔۔”

۔“صاف صاف بتاؤ۔۔”

۔“ایکس ٹو نے اس قسم کے احکامات نہیں جاری کئے تھے۔۔”

۔“پھر تم بکری کا گوشت کیوں بیچتے پھر رہے ہو۔” جولیا نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

۔“میرے نصیبوں میں یہی ہے۔” عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔“لیکن میں تمہیں ایک بہت بڑے خطرے سے آگاہ کر رہا ہوں۔۔ ایکس ٹو تو بیچارا کئی دنوں سے بیمار ہے۔ اُس نے پچھلے ہفتے سے اب تک میرے علاوہ اور کسی سے گفتگو نہیں کی۔۔”

۔“پھر۔۔؟” جولیا یک بیک اچھل پڑی۔

۔“کوئی اس کا پرائیویٹ فون ٹیپ کرتا رہا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اُس نے ایکس ٹو بننے کی بھی کوشش کی ہے۔۔” عمران نے کہا اور اس سلسلے میں وہ سارے نکتے بہان کردئیے جن پر بلیک زیرہ سے بھی گفتگو کرچکا تھا۔

۔“مگر اس کا مقصد کیا ہوسکتا ہے؟” جولیا نے حیرت سے کہا۔

۔“فی الحال ہمیں مقصد کرے چکر میں نہ پڑنا چاہئے۔ اب تم بتاؤ اس نے تم سے کیا کہا ہے۔۔”

۔“ابھی تک تو وہ مجھ سے محض صدر کے متعلق رپورتیں لیتا رہا ہے۔ مگر شائد دو گھنٹے پہلے کسی بات ہے کہ اس نے ایک کام مجھے بھی سونپا تھا۔ لیکن میں اس کی نوعیت کے متعلق چکرا رہی تھی۔۔”

۔“کیا کام تھا۔۔؟”

۔“بس اتنا کہ کل دس سے گیارہ بجے تک میونسپل ٹاور کے نیچے کھڑی رہوں۔۔ میرے ہاتھوں میں تازہ

گلابوں کا ایک گلداستہ ہونا چاہئے۔۔۔

۔۔۔“اوہ۔۔۔ عمران نے ایک طویل سانس لی۔

۔۔۔“کیوں کیا نتیجہ اخذ کیا تم نے؟” جولیا نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

۔۔۔“ابھی میں کوئی نتیجہ نہیں اخذ کر سکا لیکن تمہیں ایک مشورہ ضرور دوں گا۔۔۔

۔۔۔“کیا؟۔۔۔

۔۔۔“تم جانتی ہو۔۔۔ روشنی کہاں رہتی ہے؟۔۔۔

۔۔۔“ہاں جانتی ہوں۔۔۔

۔۔۔“تمہیں کچھ دن روشنی کے فلیٹ میں قیام کرنا پڑے گا اور روشنی تمہاری جگہ لے گی۔۔۔

۔۔۔“یعنی وہ یہاں آکر رہے گی؟” جولیا نے برا سا منہ بناؤ کر کہا۔

۔۔۔“یقیناً۔۔۔ اس کے بغیر کام نہیں چلے گا۔۔۔

۔۔۔“آخر کیوں؟۔۔۔

۔۔۔“کیا میں نے اہی نہیں کہا کہ اس طرح وہ نامعلوم آدمی ایکس ٹوکرے ماتحتوں سے روشناس ہونا چاہتا

ہے۔۔۔

۔۔۔“پھر۔۔۔ روشنی سے بھی کام نہیں چلے گا۔ کیونکہ وہ تم سے تعلق رکھتی ہے۔۔۔

۔۔۔“میں کہتا ہوں مجھ سے بحث نہ کرو۔۔۔

۔۔۔“میں ایکس ٹوکری اجازت حاصل کئے بغیر ایسا نہیں کرسکتی۔۔۔

۔“اُسے تکلیف نہ دو وہ بیمار ہے۔”

۔“کچھ بھی ہو۔ زبان ہلانے سے مر نہیں جائے گا۔”

۔“اچھی بات ہے چلو وہاں اُس کمرے میں جہاں فون ہے۔”

۔“میں خود ہی جا کر معلوم کئے لیتی ہوں۔”

۔“کیا وہ اتنا احمق ہے کہ ٹیپ کئے جانے والے نمبروں پر اپنے کسی ماتحت سے گفتگو کرے گا؟۔”

۔“پھر...”

۔“اُس نے مجھے دوسرے نمبر نوٹ کرا دیئے ہیں۔ لیکن اُس کی خواہش ہے کہ وہ مجھ تک محدود رہیں۔ میں نمبر ڈائیل کرو نگا تم گفتگو کر لینا۔”

۔“چلو...” جولیا اٹھتی ہوئی بولی۔ فون اس کی خواب گاہ میں تھا۔

عمران نے یہاں آکر اس طرح بليک زورو کئے نمبر ڈائیل کئے کہ جولیا انہیں نوٹ نہ کرسکی۔ پھر اس نے ماوئہ پیس میں کہا۔ “میں عمران بول رہا ہوں۔ جولیانا میری تجویز سے اتفاق نہیں رکھتی۔”

پھر وہ کچھ سنتا رہا اور اس کے بعد ریسیور جولیا کی طرف بڑھادیا۔ وہ کچھ مضمضہ سی نظر آنے لگی تھی۔

۔“یس اٹ از جولیانا سر...” جولیا نے ماوئہ پیس میں کہا اور عمران کی تجویز دہرا کر دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز سننے لگی، کئی بار اُس کے چہرے پر زردی سی نظر آئی تھی۔ آخر کار اس نے سلسلہ منقطع کر کے ٹھنڈی سانس لی۔

۔“کیوں؟” عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

۔“میری سمجھے میں نہیں آتا کہ تم پر اتنا اعتماد کیوں کرتا ہے؟۔”

۔“کیونکہ میری طرف سے یہ اعتمادی اب تک بہتوں کو لے ڈوبی ہے۔”۔

۔“وہ کہتا ہے کہ میں یہ چون و چرا تمہارے مشوروں پر عمل کروں۔”۔

۔“تم بتاؤ کہ تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟”۔

۔“کچھ نہیں، میں وہی کروں گی جو ایکس ٹوکھے گا۔”۔

۔“بس تو تم ابھی اور اسی وقت روشنی کرے فلیٹ میں پہنچ جاؤ۔ میں اُسرے فون پر سب کچھ سمجھا دوں گا۔”۔

۔“اگر میری کالیں بھی ٹیپ کی جاتی ہوں تو۔۔” جولیا نے کہا۔

۔“نہیں میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہو رہا۔”۔

۔“مگر کس بناء پر خیال ہے؟”۔

۔“اس بناء پر کہ تم اس دوران میں کئی بار مجھ سے فون پر گفتگو کرچکی ہو۔ لہذا اگر یہی بات ہوتی تو مجھے بھی ایسی ہی کسی اوٹ پٹانگ حرکت پر مجبور کیا جاتا۔”۔

۔“پھر۔۔ یہ بکریے کا گوشت۔۔”۔

۔“تمہاری تسکین کرے میں بجو کا گوشت بھی اسی ریٹ سرے فروخت کر سکتا ہوں۔۔ بس اب تم جاؤ تمہیں دیر نہ کرنی چاہئے۔ بقیہ میں دیکھ لوں گا۔”۔

۔(4)۔

دوسرے دن عمران میونسپل ٹاور کے سامنے ریستوران میں بیٹھا کسی خاص واقع کا منتظر تھا۔ یہاں سے اُسرے روشنی صاف نظر آرہی تھی کیونکہ میونسپل ٹاور سرے ریستوران کا فاصلہ زیادہ نہ تھا۔

روشنی کے دابنے ہاتھ میں تازہ گلابوں کا گلدستہ تھا۔ اوپر ٹاور کی گھڑی پونے گیارہ بج اربی تھی۔ عمران

کی نظریں روشنی ہی کی طرف تھیں۔

پندرہ منٹ بھی گذر گئے... ٹاور نے گیارہ کمرے گھنٹے بجائے اور روشنی وہاں سے چل پڑی۔ وہ پیدل ہی چل رہی تھی۔ عمران ریسٹوران سے نکل آیا۔۔۔۔۔ وہ روشنی سے تقریباً تین سو گز کے فاصلے پر چل رہا تھا لیکن یہ کہنا آسان نہیں تھا کہ وہ اس کا تعاقب ہی کر رہا تھا۔ عمران نے روشنی کو پہلے ہی سے سمجھا دیا تھا کہ میونسپل ٹاور سے روانگی کے بعد وہ گلیوں اور کوچوں میں گھستی ہوئی جولیا کے گھر کی طرف واپس آئے۔

عمران کی اسکیم کے مطابق جولیا روشنی کے فلیٹ میں چلی گئی تھی اور روشنی جولیا کے گھر چلی آئی تھی اور اس وقت ایک کامیاب اداکارہ کی طرح اپنا رول ادا کر رہی تھی۔ وہ اس انداز میں سڑی بسی گلیوں میں داخل ہو رہی تھی جیسے جلد سے جلد گھر پہنچنے کے لئے مختصر راستہ اختیار کر رہی ہو۔ اور یہ ایک پستہ قد اور مضبوط جسم کا آدمی تھا۔ عمر تیس اور چالیس کے درمیان رہی ہو گئی۔۔۔۔۔ لباس کے استعمال کے معاملے میں باسلیقہ معلوم ہوتا تھا۔ چلنے کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ دکھاوے اور تزک و احتشام کا بھی عادی ہے۔

کچھ دیر بعد روشنی جولیا کے گھر میں داخل ہو گئی اور وہ آدمی آگے بڑھتا چلا گیا۔

اگلے چوراہے پر عمران نے اُسرے رکتے دیکھا۔ عمران بھی ایک بُک اسٹال کے شوکیس پر جھک پڑا اور اس وقت چونکا جب ایک ٹیکسی اُس آدمی کے قریب رکی۔

یہ ایک بوکھلا دینے والی سچویشن تھی۔ اگر وہ نکل جاتا تو عمران کی ساری محنت بر باد جاتی۔ اُس نے بھی بڑی تیزی سے اُس طرف قدم بڑھادیئے۔ ٹیکسی حرکت میں آگئی تھی۔ لیکن عمران بھی اس سے پیچھے نہیں رہا۔ اُسرے بھی فوراً ہی دوسری ٹیکسی مل گئی اور تعاقب کا سلسلہ منقطع نہ ہوسکا۔

کچھ دیر بعد اگلی ٹیکسی عالمگیر پارک کے پھاٹک پر رک گئی۔ یہ شہر کے بڑے پارکوں میں سے تھا اور یہاں میونسپل چڑیا گھر بھی تھا۔

پستہ قد اجنبی ٹیکسی سے اتر کر پارک میں داخل ہو گیا۔ عمران نے بھی تھوڑے ہی فاصلے پر ٹیکسی چھوڑ دی اور پیدل ہی چلتا ہوا خود بھی پارک میں داخل ہوا۔۔۔۔۔ پستہ قد آدمی ابھی تک اس کی نظروں

میں ہی تھا۔ وہ ایک خالی بیچ پر بیٹھ گیا۔ انداز سے یہی معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے کسی کا انتظار ہو۔ ویسے اُس نے جیب سے ایک اخبار نکال کر اُسے پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ عمران بھی اُس کے قریب ہی ایک بیچ پر جا بیٹھا اور اس بیچ پر صرف ایک ہی آدمی کے لئے جگہ تھی کیونکہ پہلے ہی سے اس پر چار آدمی موجود تھے۔

تقریباً آدھا گھنٹہ گزر گیا اور وہ آدمی اُسی طرح بیٹھا اخبار دیکھتا رہا۔ عمران کو الجھن ہونے لگی۔ اُسے توقع تھی کہ وہ جولیانا کا گھر دیکھ لینے کے بعد اپنے ٹھکانے ہی پر واپس جائے گا۔

ایک گھنٹہ گذر جانے پر اُسے ایک خوبصورت سی یوریشین لڑکی نظر آئی جو اس آدمی کی بیچ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ جیسے ہی وہ قریب آئی وہ اخبار ایک طرف ڈال کر کھڑا ہو گیا۔ کھڑے ہونے کا انداز رسمی نہیں معلوم ہو رہا تھا بلکہ شائد وہ احتراماً ہی اٹھا تھا۔ لڑکی بھی اُس بیچ پر بیٹھ گئی اور دونوں اتنی دھیمی آواز میں گفتگو کرنے لگے کہ عمران ان سے زیادہ دور نہ ہوتے ہوئے ہی کچھ نہ سن سکا۔ لیکن وہ لڑکی کے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے اندازہ کر رہا تھا کہ وہ اُس گفتگو میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہی ہے۔

کچھ دیر بعد اُس آدمی نے جیب سے اپنی نوٹ بک نکالی اور اس کا ایک ورق پھاڑ کر لڑکی کی طرف بڑھا دیا۔

عمران بھی الجھن میں پڑ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر دونوں کے راستے الگ الگ ہوئے تو وہ ان میں سے کس کو ترجیح دے گا۔ ویسے باں النظر میں تو یہی معلوم ہوا تھا جیسے آدمی نے لڑکی کو اب تک کی روپورٹ دی ہو۔ لیکن یہ اندازے کی غلطی بھی ہو سکتی تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ دونوں میں اس مسئلے پر گفتگو ہی نہ ہوئی ہو جس سے عمران کو دلچسپی تھی۔ مگر اُس نے نوٹ بک سے ایک ورق پھاڑ کر اُسے کیوں دیا تھا... لڑکی نے کاغذ کا وہ ٹکڑا تھہ کر کر اپنے وینٹی ییگ میں ڈال لیا۔

اس نکتے پر تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد عمران نے فیصلہ کیا کہ اگر ان دونوں کی واپسی الگ الگ ہوئیں تو وہ لڑکی کا تعاقب کرے گا۔

کچھ دیر بعد مرد اٹھ گیا لیکن لڑکی وہیں بیٹھی رہی۔ عمران بیٹھے بیٹھے تیگ آگیا تھا اس نے سوچا ہی تھا کہ اب کچھ شروع کرنا چاہیے کہ لڑکی خود ہی اٹھ گئی! وہ بندروں کے کٹھروں کی طرف جا رہی تھی۔

عمران بھی اٹھا لیکن اُس نے وہاں تک پہنچنے کے لئے دوسری راہ اختیار کی اور اسی کٹھرے پر پہنچ گیا جہاں لڑکی موجود تھی وہ بندروں کے لئے موونگ پھلیاں پھینک رہی تھی۔ وہاں کئی اور لوگ تھے۔

عمران لڑکی کے قریب ہی تھا اور اس وقت اُس کے چھرے پر حماقت ہی حماقت طاری تھی۔ اس کے انہماں سے یہ معلوم ہوا تھا جیسے وہ وہاں خود کو تنہا سمجھ رہا ہے۔

بندرا چھل کوڈ رہے تھے... دفعتاً ایک بندرا نے عمران کی طرف دیکھ کر دانت نکالے اور عمران نے بھی جھلائے ہوئے انداز میں اُسے منہ چڑھا دیا۔۔۔ پھر اس طرح بڑھانے لگا۔ جیسے بندرا کا دانت نکالنا اسے بے حد گران گزرا ہے۔ بڑھاتے وقت ایک بار دانت پیس کر اُس نے بندرا کو گھونسہ بھی دکھایا تھا۔

نہ صرف لڑکی بلکہ دوسرے لوگ بھی عمران کی طرف متوجہ ہو گئے۔ لیکن عمران بظاہر اُن سے بے خبر اسی انداز میں بڑھاتا اور آنکھیں چمکارتا رہا۔

لیکن اُس وقت بُری طرح چونکا جب اس کے قریب ہی قہقہے بلند ہوئے۔ اب اُس نے بدوہاسی اور جھینپ مٹانے کی ایکٹنگ شروع کر دی۔ اس سلسلے میں اس کا سر دو ایک بار کٹھرے سے بھی ٹکرا گیا۔ یک بیک لڑکی اس کے قریب آئی اور آہستہ سے بولی۔ ”چلو جلدی یہاں سے ورنہ لوگ تمہیں چھیڑیں گے۔۔۔“

عمران بدوہاسی کا مظاہرہ کرتا ہوا دوسری طرف مڑ گیا۔ اُس کی رفتار دوڑنے کی حد تک تیز تھی۔ لڑکی بھی اس کے پیچھے ہی چلتی رہی۔ پھر عمران پار کر کے ایک ویران حصے میں پہنچ کر رکا۔ وہ ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگائے کھڑا ہانپ رہا تھا اور لڑکی اس کے سامنے کھڑی پنس رہی تھی۔ ”یہ کیا۔۔۔ مم۔۔۔ مصیبت۔۔۔۔۔“ عمران نے غصیلی آواز میں کہا اور پھر ہانپے لگا۔

”بندروں پر غصہ آنے کا یہی انجام ہوسکتا ہے۔۔۔“ لڑکی نے کہا۔ وہ کوئی کھلندڑی بھی معلوم ہوئی تھی۔ عمران کے چھرے پر پھر زلزلے کے آثار نظر آئے اور اُس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

”اُس الوکرے پڑھے نے مجھ پر دانت کیوں نکالے تھے۔“ اس نے غصیلی آواز میں کہا۔ ”بڑی آئیں بندروں کی۔

طرف دار بن کر... میری جاگیر میں پوتا تو سسرے کی ٹانگیں چروا دیتا... ہاں... "!

اور پھر وہ اس طرح ناک سے شو شو کرنے لگا جیسے غصے ہی کی وجہ سے نزلے کی تحریک شروع ہو گئی ہو۔

لڑکی ہنسنے رہی... اور عمران کا غصہ تیز ہوتا رہا۔ آخر لڑکی وہیں گھاس پر بیٹھ گئی اور عمران بُرا سا منہ بنائے ہوئے کھڑا رہا۔ حماقت اور غصے کے ملے جلے آثار اب بھی چہرے پر موجود تھے۔

- "کیا تم یتیم ہو...؟" یک بیک لڑکی نے پوچھا۔

- "تم خود یتیم! تمہاری سات پشتیں... میں تمہاری زبان کھینچ لوں گا... مجھے لاوارث سمجھتی ہو... ابھی میرے دادا بھی زندہ ہیں۔"

- "صورت سے تو یتیم ہی معلوم ہوتے ہو۔"

عمران کسی نکچڑھی لڑکی کی طرح بڑھاتا ہوا ایک طرف مڑ گیا۔

- "اے... ٹھہرو... سنو... تمہارے فائدے کی بات ہے۔"

عمران رک گیا لیکن اس کی طرف نہیں مڑا۔

- "کیا ہے...؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

- "تم بہت اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو۔ میں اس شہر میں اجنبی ہوں۔ چند دنوں کے لئے آئی ہوں۔ اگر ہم دونوں دوست ہو جائیں تو کیا حرج ہے۔"

- "بہت حرج ہے۔"

- "کیا حرج ہے۔"

- "تم مجھے بات بات پر غصہ دلاوگی اور میرا دل چاہے گا کہ اپنے پیٹ میں خنجر گھونپ لوں۔ اب یہ بتاؤ یہ بندر کیا تمہارے رشتہ دار لگتے ہیں۔ دوڑ آئیں ان کی حمایت میں..... دانت دکھاتے ہیں سالے

مجھے.....جیسے میں الوکا پڑھا ہوں۔۔۔

۔۔۔نائیں۔۔۔نائیں۔۔۔تم بہت پیارے ہو۔۔۔چلو غصہ تھوک دو۔۔۔وہ بندر میرے رشتہ دار نہیں ہیں اور نہ ان کی حمایت میں دوڑی آئی تھی۔ بس دل چاہا کہ تم سے گفتگو کروں۔ تم سے ملوں۔۔۔دوستی کروں۔۔۔میں اس شہر میں اجنبی ہوں۔۔۔آؤ۔۔۔کہیں بیٹھے کر باتیں کریں۔ تم مجھے اپنے متعلق بتاؤ۔ میں تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں گی۔۔۔

عمران و بیسیں بھد سے بیٹھے گیا۔ لڑکی پھر بنس پڑی کیونکہ وہ کسی وزنی تھیلے کی طرح زمین پر ٹک پڑا تھا۔

اس کی بنسی پر عمران نے پھر بُرا سا منہ بنایا۔

۔۔۔یہاں نہیں۔۔۔پارک ریستوران میں بیٹھیں گے۔۔۔چلو۔۔۔” وہ جلدی سے بولی۔ اور عمران اس کی بنسی پر کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

وہ ریستوران میں آئے۔ عمران بدستور بگڑے ہوئے موڈ کا مظاہرہ کرتا رہا۔  
۔۔۔”کیا پیو گے۔۔۔“ لڑکی نے عمران سے پوچھا۔

۔۔۔”میں صرف ان بندروں کا خون پینا چاہتا ہوں۔ یعنی اب چڑیا گھر کے بندر بھی میرے ساتھ اسی طرح پیش آئیں گے جیسے عام جنگلی بندر پیش آتے ہیں۔۔۔“

۔۔۔”یہ آخر بندروں کا کیا قصور ہے۔۔۔“

۔۔۔”ارے یہ حرام زادے بچپن ہی سے مجھے چڑاتے آئے ہیں۔ تمہیں دیکھیں گے تو کچھ نہیں۔۔۔ جہاں مجھے دیکھا دانت نکال دئیے۔۔۔ ہمیشہ یہی ہوتا ہے۔۔۔ آخر کیوں؟ میں نے ان کا کیا بگاڑا ہے۔۔۔ میں نے کبھی کسی بندر کو ہشت بھی نہیں کہا۔۔۔“

۔۔۔”آخر بتاؤ بھی تو کچھ۔۔۔“

۔۔۔”بائیں تو کیا میں کتوں کی طرح بھونک رہا ہوں۔ بتا نہیں رہا اتنی دیر سے۔۔۔ ارے یہ مجھے کہیں اور کسی حال میں نہ چھوڑیں گے۔ آج میں یہی سوچ کر یہاں آیا تھا کہ دیکھوں چڑیا گھر کے بندر تو مجھے

فضول نہیں سمجھتے۔“

۔“لیکن ان کی طرف سے بھی مایوس ہوئی۔؟” لڑکی نے سنجدگی سے پوچھا۔

۔“یقیناً ہوئی۔ عمران میز پر ہاتھ مار کر بولا۔ اور اب میں نے تھیہ کر لیا ہے ہر بندروں کو اپنا دشمن سمجھوں گا خواہ وہ دنیا کے کسی گوشے میں ہو۔۔۔“

۔“تمہارا نام کیا ہے؟۔

۔“فضل۔۔۔ کنور تفضل سمجھتی ہو نا۔۔۔ یعنی کہ پرنس۔۔۔“

۔“پرنس۔۔۔“ لڑکی نے حیرت سے دہرا�ا۔

۔“ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ پرنس۔۔۔ میری ریاست بہت بڑی ہے۔۔۔ اور ہم لوگ مرغی والے نواب کھلاتے ہیں۔۔۔“

۔“مرغی والے کیوں؟۔

۔“ہمارے محل میں پانچ ہزار مرغیاں ہیں۔۔۔ مرغیاں پالنا ہماری خاندانی ہابی ہے۔ سارے بزرگ شروع ہی سے مرگیاں پالتے چلے آئیں ہیں۔۔۔“

۔“بڑی گندی ہابی ہے۔۔۔“

۔“اے۔۔۔ خبردار۔۔۔ زبان سنبھال کر۔۔۔ ہماری مرغیاں مخمل پر چلتی ہیں۔۔۔ کبھی خواب میں بھی تم نے شاہی مرغیاں نہ دیکھی ہوں گی۔۔۔“

۔“مجھے خواب سے بھی نفرت ہو جائے۔ اگر مرغیاں نظر آجائیں۔۔۔“

۔“تب تو ہم کبھی دوست نہ بن سکیں گے۔“ عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا۔“مجھے ایسے لوگ پسند نہیں ہیں جن کے خیالات سے مرغی پسندوں کے جذبات کو ٹھیس لگے۔۔۔“

۔“ختم کرو۔۔۔ میں نے پوچھا تھا کہ چائے پیو گے یا کافی۔۔۔“

۔ ”چائے۔“

لڑکی نے ویٹر سے چائے کے لئے کھا اور پھر عمران سے پوچھا۔ ”تم کہاں رہتے ہو؟“

۔ ”گرینڈ ہوٹل میں۔۔۔“

۔ ”مستقل قیام اسی شہر میں رہتا ہے؟“

۔ ”جب تک کالج نہ بند ہو جائیں یہی رہنا پڑے گا۔“

۔ ”پڑھتے ہو؟“

۔ ”لعت ہے پڑھنے پر میرا دل نہیں لگتا۔ اسی لئے ہاسٹل چھوڑ کر گرینڈ میں چلا آیا ہوں۔ کلاسون میں پر اکسمی ہو جاتی ہے۔۔۔ پر اکسمی کرنے والوں کو دو سو روپیے ماہوار دینے پڑتے ہیں۔۔۔“

۔ ”اس سے کیا فائدہ پڑنے میں دل نہیں لگتا تو گھر واپس چلے جاؤ۔۔۔“

۔ ”وہ اور زیادہ مصیبت ثابت ہو گی۔ ریاست کا کام دیکھنا پڑے گا۔“

۔ ”ہوں۔۔۔ تو تم کاہل بھی ہو۔“

۔ ”کیا۔۔۔“ عمران کو پھر غصہ آگیا اور تھوڑی دیر رک گھورتے رہنے کے بعد بولا۔ ”تم یقیناً ان بندروں کی رشته دار ہو۔۔۔ میں اسے برداشت نہیں کرسکتا۔۔۔“

۔ ”ارمے نہیں۔۔۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ آخر تعلیم سے کیوں بھاگتے ہو۔۔۔“

۔ ”ارمے یہ تعلیم ہے۔“ عمران نے میز پر ہاتھ مار کر کھا۔ ”کہ دوسروں کی یہ تکی بکواس پڑھو۔۔۔ یاد رکھو۔۔۔ پھر امتحان دو۔۔۔ اور وہ یہ تکی بکواس یاد نہ آئے تو فیل ہو جاؤ۔۔۔ نکو بنو العنت ہے۔۔۔“

۔ ”بیے تکی بکواس۔۔۔“ لڑکی نے حیرت سے کھا۔

۔“یہ بکواس نہیں ہے تو اور کیا ہے کہ جب کوئی کوئل کوکتی ہے تو میرا دل ناچنے لگتا ہے۔۔۔ دل ناچنے لگتا ہے۔۔۔ بہا۔۔۔ دل اگر ناچنے لگے تو رستم کے بھتیجے کا بھی ہارٹ فیل ہو جائے۔۔۔ اور کیا۔۔۔ واہ۔۔۔ دوسرے صاحب فرماتے ہیں۔۔۔ چاروں طرف چٹکی پوئی چاندنی۔۔۔ کیا تھا۔۔۔ لو بھئی بھول گیا۔۔۔ بہرحال ایسی ہی اوٹ پٹانگ باتیں ہوتی ہیں۔۔۔ ارمے ہاں۔۔۔ مثلاً۔۔۔ سنو۔۔۔ وہ پیں نا بہت بڑے شاعر انگریزی کے جناب آکسفورد صاحب۔۔۔”

۔“آکسفورد۔۔۔ لڑکی نے حیرت سے دبرا ایا۔“ شاعروں میں یہ نام میرے لئے بالکل نیا ہے۔“

۔“نیا ہی ہو گا۔“ عمران لاپرواہی سے ہاتھ ہلاکر بولا۔“ یہ صاحب نیچر کی دم میں نمدہ کسے رہتے ہیں۔۔۔ اور بعض اوقات اس طرح سنک جاتے ہیں کہ ان سے دریا پھاڑ درخت۔۔۔ چاند ستارے سبھی انگریزی میں باتیں کرنے لگتے ہیں۔۔۔”

۔“نیچر۔۔۔ ارمے۔۔۔ ورڈز سورتھ تو نہیں؟“ لڑکی نے کہا۔

۔“ہاں۔۔۔ وہی۔۔۔ وہی۔۔۔ مجھے آکسفورد یاد آرہا تھا۔۔۔ آکسفورد تو لندن کے ایک چھاپے خانے کا نام ہے شائد۔۔۔ جس میں ڈکشنریاں چھپتی ہیں۔۔۔”

۔“یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم ورڈز سورتھ کو نہیں سمجھ سکتے۔۔۔”

۔“ارمے تو ہوا کیا۔۔۔ میرے والد صاحب تو سمجھتے ہیں بھی بھو گرے۔۔۔ پھر مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں بھی اپنی ٹانگ اڑا دوں۔۔۔”

۔“نہیں ورڈز سورتھ جیسے شاعروں کو سمجھنا اور پسند کرنا سیکھو۔۔۔”

۔“ارمے جاؤ۔۔۔ مجھے پاگل کتے نے کاٹا ہے کیا کہ خواہ مخواہ اپنا دماغ خراب کروں گا۔۔۔ یہ ورڈز سورتھ کوئی پاگل آدمی تھا۔۔۔ زندگی بھر کوئلوں بلبلوں اور چکوروں کی باتیں کرتا رہا اس کی بجائے اگر صابن بنا کر بیچتا تو اس کی اولادیں بھی ہنری فورڈ کی اولادوں کی طرح مزے کرتیں۔۔۔ ارمے اگر تمہیں کوئی پیسے پسند ہیں تو دوسروں کو بور کرنے سے کیا فائدہ۔۔۔ چھوڑو۔۔۔ ختم کرو۔۔۔ تم نے فضول باتیں چھیڑ دیں۔۔۔ مجھے اُن بندروں کے متعلق سوچنے دو۔۔۔ جنہوں نے آج میری بقیہ زندگی بھی برباد کر کے رکھ دی۔۔۔”

لڑکی ہنس پڑی اور عمران پھر اُسے غصیلی نظروں سے گھورنے لگا۔

۔“تم آخر چاہتی کیا ہو؟” اس نے کہا۔

۔“دستی... میں تم سے دوستی کرنا چاہتی ہوں... تم بے حد دلچسپ آدمی ہو۔”

۔“آدمی نہیں پرنس...” عمران اکٹھ کر بولا۔ ”میری توبیین نہ کرو۔ ورنہ میرا دماغ خواب ہو جائے گا۔ اور وہ کم بخت محفوظ ہی رہیں گے۔”

۔“کون؟”۔

۔“بندر...” عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ ”ابھی تک جس بندر نے بھی مجھے دیکھ کر دانت نکالے ہیں زندہ نہیں رہا۔ میں ایسے بندروں کو فوراً گولی مار دیتا ہوں۔ مگر سرکاری بندروں سے کیسے نپشا جائے۔”

۔“سوچو کوئی تدبیر...” لڑکی چائے انڈیلٹی ہوئی بولی۔

۔“زہر...” دفعتاً عمران کی آنکھیں چمکنے لگیں اور اُس نے دھیمی آواز میں کہا۔ ”کل میں اپنے ساتھ زبریلے سیب لے جاؤ گا۔ گذشت... ویری فائن کسی کو کانوں کا خبر بھی نہ ہوگی۔”

۔“رحم نہ آئے گا تمہیں اُن بے زبانوں پر...”

۔“ہر گز نہیں... انہیں عقل کیوں نہیں آتی... کیوں دانت نکالتے ہیں مجھے دیکھ کر۔ گویا میری کوئی وقعت ہی نہیں ہے اُن کی نظروں میں... نہیں میں اُن کی حمایت میں ایک لفظ بھی نہیں سن سکوں گا۔  
براہ مہربانی خاموش رہو۔”

۔“سنو۔ میرا قیام رونیک میں ہے۔ اٹھائیسوائی کمرہ اور میرا نام بیلنا ہے۔”

۔“بیلنا ہے۔ بہت واپیات نام ہے۔ مجھے بالکل پسند نہیں آیا۔”

۔ ”کیا مطلب؟“۔

۔ ”مطلوب یہ کہ تمہارا نام پو دینہ کیوں نہیں؟ تم بالکل پو دینہ معلوم ہوتی ہو۔“۔

۔ ”پو دینہ کیا؟“۔

۔ ”فارسی میں گلاب کے پھول کو کہتے ہیں۔“۔

۔ ”بڑے شریر ہو تم۔“ لڑکی ہنس پڑی۔ ”خیر یہ بتاؤ کہ گینڈ میں تمہارے کمرے کا کیا نمبر ہے؟“۔

۔ ”نمبر میرے سیکریٹری کو معلوم ہو گا۔۔۔ میں تو صرف وہاں سوتا ہوں۔۔۔ ویسے تم وہاں کسی کو بھی پرنس تفضل کا حوالہ دے کر میرے کمرے کا نمبر معلوم کرسکو گی۔“۔

۔ ”تم سچ مچ عجیب ہو۔۔۔ کیا سارے شہزادے ایسے ہی ہوتے ہیں۔“۔

۔ ”نہیں اکثر مجھ سے بھی زیادہ خوبصورت ہوتے ہیں۔“۔

۔ ”میں خوبصورتی کی بات نہیں کر رہی۔۔۔“ لڑکی چڑ گئی۔

۔ ”پھر۔۔۔“

۔ ”کچھ نہیں! فی الحال خاموشی سے چائے پیو۔۔۔“

عمران خاموش ہو گیا۔ اُس کے چہرے پر اب بھی حماقت ہی طاری تھی۔ لڑکی نے کچھ دیر بعد کہا۔ ”میں کچھ دن یہاں ٹھہروں گی۔ کیوں نہ ہم روز ملیں؟“۔

۔ ”بہت مشکل ہے۔ کیونکہ میں ایک مشغول آدمی ہوں۔“۔

۔ ”کیا مشغولیت رہتی ہے؟“۔

۔ ”اڑے۔۔۔واہ۔۔۔ یہ سب کچھ تمہیں کیسے بتا دوں۔“۔

- "ہم دوست ہیں نا۔۔۔"

- "نہیں۔۔۔ ابھی نہیں۔۔۔ اتنی جلدی دوستی کیسے ہو سکتی ہے؟"

- "پھر ہم دونوں یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہیں۔۔۔"

عمران نے پیالی پانہ سر رکھ دی چند لمحے اسے غصیلی نظر و سے دیکھتا رہا اور پھر اٹھتا ہوا بولا "کیا میں نے کہا تھا کہ میرے ساتھ بیٹھو۔۔۔ تم بڑی دیر سے میری توہین کئے جا رہی ہو۔۔۔ لعنت ہے۔۔۔"

وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔۔۔ لڑکی بھی چائے چھوڑ کر اٹھ گئی اس نے جلدی جلدی کاؤنٹر پر چائے کی قیمت ادا کی اور عمران کے پیچھے دوڑنے لگی جو کافی دوڑ نکل گیا تھا۔

- "ٹھفزل۔۔۔ ٹھفزل۔۔۔ ٹھہر۔۔۔ ٹھہر وو۔۔۔ پرنس۔۔۔ پرنس۔۔۔" اس نے آواز دی۔

تفصیل رک گیا۔۔۔ رکنا ہی تھا۔

- "نہیں جاؤ۔۔۔"

وہ مڑکر بھرائی آواز میں بولا۔ "چلی جاؤ۔ میرا مذاق نہ اڑاؤ۔۔۔ سب مجھے الٰو سمجھتے ہیں۔۔۔ کسی نے بھی مجھے سمجھتے کی کوشش نہیں کی۔۔۔"

- "نہیں ڈئیر۔۔۔" وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر چمکارتی ہوئی بولی۔ "میں تمہیں سمجھنے کی کوشش کروں گی۔۔۔ غصہ تھوک دو۔۔۔ ٹھفزل ڈئیر۔۔۔"

- "ہا۔۔۔ ٹھفزل۔۔۔ یہ کیا ہے؟"

- "تمہارا نام۔۔۔"

- "تفصیل۔۔۔ میرا نام تفصیل ہے اور میں اپنے نام کے سلسلے میں بھی بہت جذباتی ہوں۔۔۔"

وہ پارک کے پھاٹک پر پہنچے اور پھر پیدل ہی چلتے رہے۔ بس لڑک جدھر جا رہی تھی اُدھر ہی وہ بھی چل رہا۔۔۔ وہ اُسے ایک پیلک ٹیلی فون بوٹھ کے قریب لائی۔

-“مجھے ایک ضروری کال کرنی ہے۔” اُس نے عمران سے کہا۔ “تم دو منٹ کیلئے ٹھہر جاؤ۔” لڑکی اندر چلی گئی اور عمران بوٹھ کے قریب کھسک گیا۔ بوٹھ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس لئے عمران اُس کی آواز صاف سن سکتا تھا۔

-“سرخ گلاب۔۔۔ اُسے نے شائد دوسری طرف سے استفسار کے جواب میں کہا تھا۔ پھر عمران نے اُسے جو لیانا فٹر واٹر کا پتہ دہراتے ہوئے سننا۔

اُس نے ایک طویل سانس لی کیونکہ یہ اُس کے نظریہ کی تائید تھی۔ یعنی اس سازش کی پشت پر جو کوئی بھی تھا ابھی تک صرف ٹیلی فون ہی ٹیپ کرتا رہا تھا اور ایکس ٹوکرے ساتھیوں کو پہچاننے کے لئے اس قسم کی حرکتیں کی تھیں۔۔۔ تو پھر اس نے جو نتائج اخذ کئے تھے وہ بھی درست ہو سکتے تھے یعنی جولیا، صفر، اور تنویر کے علاوہ۔ وہ ابھی تک کسی چوتھے آدمی کا نہ تو فون نمبر معلوم کر سکا تھا اور نہ پتہ۔۔۔ مگر اس خیال پر قائم نہ رہ سکا کیونکہ اس کے برعکس بھی ہو سکتا تھا۔ کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ اُس کے ماتحتوں میں صرف یہی تین ایسے رہ گئے ہوں جن کا پتہ اُس نامعلوم آدمی نے اب تک لگایا ہو بقیہ لوگ پہلے ہی اس کی نظر میں آچکے تھے۔۔۔

-“آؤ۔۔۔ اب چلیں۔۔۔” وہ بوٹھ سے نکل کر بولی۔۔۔ اور عمران پھر اُس کے ساتھ چلنے لگا۔

(۷)

خادر بار عرب چہرے والا ایک بھاری بھر کم آدمی تھا۔ محض اُسی وجہ سے گرینڈ ہوٹ میں کسی پرنس تھنڈل کا شہروہ بہت جلد ہو گیا۔ لیکن پرنس تھنڈل کو دیکھ کر لوگوں کو بے حد مایوس ہوئی تھی کیونکہ وہ کافی وجہہ ہونے کے باوجود وہ بھی بالکل چھوٹ معلوم ہوتا تھا۔ اُس سے جماقتیں بھی سرز دھوتی تھیں۔ اب اسی وقت اُس نے ڈائنگ ہال میں ایک دیٹر کو پہنچ لایا تھا۔ دیٹر نے بڑی مشکل سے اپنی گردن چھڑائی اور اُس کے لئے کافی لینے چلا گیا۔ خادر قریب ہی کی دوسری میز پر تھا اور کوشش کر رہا تھا کہ اُسے نہیں نہ آئے۔

کچھ دور بعد ہلپنا نے فون پر عمران سے کہا تھا کہ وہ اُس سے ملنے کے لئے آرہی ہے لہذا اُسے چاہئے کہ وہ ڈائنگ ہال میں اُس کا انتظار کرے۔ انتظار اپنی جگہ پر۔۔۔ مگر اُس میز کا دیٹر بہت مددی طرح بود ہو رہا تھا۔

کچھ دور بعد ہلپنا ہال میں نظر آئی اور عمران ایسا میک گیا جیسے اُس پر نظر ہی نہ پڑی ہو۔ وہ خیر کی طرح اُس کی میز کی طرف آئی۔

”میلو پرنس۔۔۔!“ اس نے گرم جوشی سے اسے مخاطب کیا۔ لیکن عمران اس طرح اچھل پڑا جیسے کسی نے غفلت میں چیخت رہی کر دی ہو۔

”او ہا۔۔۔ ہا۔۔۔ ٹیٹھو۔۔۔ ٹیٹھو۔۔۔!“ اس نے بوکھلانے جیسے انداز میں کہا۔

”تمہارا فحصہ ختم ہوا یا نہیں؟“

”کیا۔۔۔ غصہ؟“

”ہندروں کے متعلق۔۔۔“

”سیکریٹری۔۔۔!“ عمران خادر کی طرف مڑ کر جو لاد۔

”یس سر۔۔۔“ خادر انہ کر رفظیماً جھکا۔

”ادھر آؤ۔۔۔“ عمران نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔

خادر میز کے قریب آگئا۔

”بیٹھ جاؤ۔“

خادر کری پڑیں گے۔ اُس کے چہرے پر خوف اور تضییم کے طے جلے آثار نظر آرہے تھے۔

”چڑیا گھر کے بندروں کے متعلق تم نے کیا سوچا؟“

”نی الحال ارادہ ہے کہ چڑیا گھر کے متعلق کو ایک نوٹ دیا جائے۔“

”ٹھیک ہے! مگر اس سے کیا ہو گا؟“

”وہ دیکھئے۔ بات دراصل یہ ہے۔“

”کرم فکے اور کام چور ہو۔“ مران نے غصیلے لمحے میں جملہ پورا کیا اور پھر چند لمحے خادر کو گھوڑتے

رسنے کے بعد بولا۔ ”کیا یہ تھا را فرض نہیں ہے کہ ہمارے لئے آسانیں یہم پہنچا رہے؟“

”حقیقت! حضور والا!“

”اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہم بندروں کو اپنا ازلی و تنہی تصور کرتے ہیں۔“

”مجھے علم ہے۔۔۔ والا جاہا!“

”چڑیا گھر کے بندروں کو چونکہ کھنے کے اندر اندر قائم ہو جانا چاہیے۔۔۔ سمجھے؟“

”میں بھی کچھ کہوں؟“ یک بیک ہلینا بولی۔

”اُبھی نہیں۔۔۔!“ مران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”اُبھی ہمسر کاری گفتگو میں مصروف ہیں۔ ہاں مگر یہ میری

کیا تم یہ چاہیے ہو کہ ہم جسمیں ڈس مس کر دیں؟“

”نہیں جناب عالیٰ میں سرتے دم تک آپ نے خدمت کرنا چاہتا ہوں۔“

”تم کیا کرو گے؟“

خادر نے سر جھکایا۔

عمران نے پھر کہا۔ ”جاوا اپنے کمرے میں جاؤ۔ پھر سوچ کر تمہیں اس سلسلے میں کیا کرنا چاہئے۔ صرف دو گھنٹے کی مہلت ہے۔“ خاور اٹھ کر تھیسا جھکا اور چپ چاپ آگے بڑھ گیا۔ ہلینا اسے جاتے دیکھتی رہی۔ پھر عمران کو حاطب کر کے بولی۔ ”او۔ پُس تم واقعی اپنے ملازموں کے لئے دریور بن جاتے ہو گے۔“

”کیا مطلب؟“

”خواہ تجوہ اس بے چارے کو دانت پھٹکار کر کھدیا۔“

”ارے تو کیا گذھوں کو سر پر بھاڑیں جو بندروں کا مسئلہ بھی حل کرنے کے قابل نہ ہوں۔“

”اونہا! میں نے کھاں سے یہ تذکرہ چھیر دیا۔“

”میں خوب سمجھتا ہوں۔ تم بھیج دینے آئی ہو۔ میں کہتا ہوں اگر ساری دنیا ایک طرف ہو کر بندروں کی حماقی بن جائے جب بھی اپنا ارادہ نہیں بدلوں گا۔ تم نے سمجھا کیا ہے؟“

”تواب مجھ پرالٹ پڑے۔“ ہلینا ہنسنے لگی۔

”اس طرح مت ہنسا کرو۔ مجھے بندروں کے دانت یاد آ جاتے ہیں۔“

”ارے ارے! اب کیا میرے چیچے پڑو گے۔“

عمران کی سوچ میں پڑ گیا اس کے چہرے پر الجھن کے آثار صاف پڑھے جاسکتے تھے۔ وہ تھوڑی دری تک خاموش بیٹھا رہا پھر بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ وقت سے پہلے پیدا ہو گیا ہوں۔“

”کیوں؟“

”اب میں کیا جانوں کہ کیوں پیدا ہو گیا ہوں۔ اگر انہی پیدائش روک لینا میرے ہس میں ہوتا تو آج دنیا کا نقشہ بھی اور ہوتا۔“

”میں نے پوچھا کہ تمہارے دل میں یہ خیال کیسے پیدا ہوا؟“ ہبینا نے کہا۔ اور پھر اس طرح خاموش ہو گئی جیسے یک بیک کسی خیال نے موجودہ موضوع کی طرف سے اسکی ذہنی روسوڑی ہو۔ عمران نے بھی اُدھر نظر ڈالی جدھروہ دیکھ رہی تھی۔

شائد وہ سفید قارم غیر ملکی ابھی ہاں میں داخل ہوا تھا جس کی آمد پر ہبینا یک بیک خاموش ہو گئی تھی۔ عمران پھر ہبینا سے مقاطب ہوا اور وہ گڑبردا کر بولی۔ ”ہاں تو میں کیا کہہ رہی تھی؟“

”اگر میری یادو داشت اتنی ہی ابھی ہوتی تو میں کانٹ سے کیوں بھاگتا؟ تم شائد بندگو بھی کی کاشت کے متعلق کچھ کہہ رہی تھیں۔“

”مجھے ہی تو ف نہ ہنا۔“ لڑکی چڑھی۔

”اچھا۔“ عمران نے سعادمندانہ انداز میں سر بلایا۔

عمران نے اُس کے چہرے پر بھجنوں کے آثار صاف پڑھے۔ لڑکی اب عمران ہی کی طرف متوجہ ہو گئی تھی مگر بار بار سکھیوں سے اُس طرف دیکھنے لگی تھی جہاں وہ غیر ملکی بیٹھا ہوا تھا۔ دردناک اس کے چہرے پر اضطراب ہی تھا۔ انداز بالکل بے تعلق اندر تھے جیسے اُس کا کوئی شناسایہ ہاں موجود ہو۔ دیگر کافی لایا۔

”میں یہ نہیں آتا۔“ عمران نے لڑکی کی آنکھیوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ اور ہبینا اس طرح چونک پڑی جیسے کی اور کی موجودگی کا خیال ہی نہ رہا۔

”آپ کو کوئی اعتراض نہ ہوگا اگر میں اپنے دوست کو اس میز پر بلاں؟“ اس نے جلدی سے کہا۔

”مرد ہے۔۔۔؟“ عمران نے ناک بھوں چڑھا کر پوچھا۔

”ہاں۔“

”نا نہیں۔۔۔! نا نہیں۔۔۔ جس میز پر کوئی لڑکی موجود ہو اس پر ہم اپنے علاوہ اور کسی مرد کا دجھوٹیں برداشت کر سکتے۔ قطعی نہیں۔۔۔ اس سلسلے میں ہم اکثر اپنے والد نامدار سے بھی جھٹکا کر بیٹھے ہیں۔“

”والد سے بھڑا کیا؟“

”ہاں۔۔۔ خلا۔۔۔ خیر۔۔۔ ہاں۔۔۔ اسے۔۔۔ کیا سمجھی ہے تمہارا دوست؟“

بلینا جو کم کر جوئی۔ وہی سفید قام غیر ملکی بیز کے قریب کھڑا عمران کو گھور رہا تھا۔

ٹھیک اُسی وقت خاور بھی وہاں پہنچ گیا۔

”سوچ لیا۔۔۔ یور ہائی نس۔“ اُس نے پڑے ادب سے کہا۔

”کیا سوچ لیا؟“

”میں اٹھیٹ سے پانچ آدمیوں کو طلب کروں گا۔“

”کیوں؟“

”اُسکی ڈیوٹی ہو گئی کہ وہ دن بھر کثروں کے سامنے کھڑے ہو کر بندروں کو منہ چڑھایا کریں۔“

”کذ۔۔۔“ عمران اچھل پڑا۔ ویری فائن اسکریپٹی ہم تم سے بے حد خوش ہونے ہیں۔ جاؤ اپنی بیز پر بیٹھو۔

خاور بیز کے پاس سے بہت گیا۔ دلوں نے اگر بڑی میں گفتگو کی تھی اور اب وہ غیر ملکی اجنبی عمران کو عجیب نظروں سے گھور رہا تھا۔

”اوہ۔۔۔ بیٹھو۔۔۔ رو جو۔۔۔ یہ پس تھپٹل ہیں۔۔۔ بہت دلچسپ آدمی۔۔۔ اور یہ رو جل لیمگ میرے دوست۔۔۔“

اجنبی نے عمران کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

عمران نے ہاتھ تو بڑھایا تھا اسکن وہ اتنا ڈھیلا تھا کہ رو جو کوئی محسوس ہوا ہو گا جیسے کوئی مردہ چوہا ہاتھ میں آگ کیا ہو۔

”بیٹھے۔۔۔ بیٹھے جذب!“ عمران بولا۔ ”ہم آپ سے مل کر بے حد خوش ہوئے۔ ملینا کے دوست ہمارے دوست بھی ہو سکتے ہیں۔“

”بلینا ہے میرا نام۔۔۔ بلینا۔۔۔“

”ہمیں الحسیں ہے! بچپن میں ایک بار ہم اونٹ پر سے گر کر بیہوٹی ہو گئے تھاں کے بعد سے ہمیں  
نام صحیح نہیں یاد رہتے۔“

”اوہ... دیکھو!“ رو جرنے بھلنا سے کبا۔ ”ہمیں کچھ ضروری کام کرتے تھے۔ وقت کم ہے اس لئے فی  
الحال پرس سے مhydrat کرو تو بہتر ہے۔ بس میں اتفاقاً ہی اوہر کل آتا تھا اس کے بعد میں تمہاری  
طرف چلتا۔“

عمران نے بھلنا کی آنکھوں میں لفترت کا بلکہ ساسایہ دیکھا اور پھر وہ یک بیک مسکراپڑی۔ ”اوہاں!  
ہمیں تھائیں دیتے کے لئے شاپنگ کرنی تھی۔ اچھا پرانی میں پھر تم سے ملوں گی فی الحال اجازت دو۔“  
”مگر ہم شاکد کافی پینے چاہے تھے۔“ عمران نے نہ اسامنہ بنا کر کہا۔

”میری کافی تم پر ادھار رہی۔ اچھا۔۔۔ نانا!“

وہ دونوں اٹھ گئے اور عمران جھلا کر خاور کی طرف مڑا۔ ”کافی بنا۔“ وہ عصیلی آواز میں بولا۔  
خاور میز کے قریب آگیا وہ دونوں آمد و رفت کے دروازے کی طرف ہو گئے تھے۔ عمران نے ایک  
گوشے سے بلیک زیر کو اٹھتے دیکھا۔ وہ شاکد بھلنا کا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک پہنچا تھا۔ عمران نے ایک  
ٹویل سانس لی۔ خاور سے بولا۔ ”شاکد یا اس سے بے خبر ہی کہ رو جماں کا تعاقب کرتا ہوا یہاں پہنچا  
ہے۔“

خاور جھکا ہوا بیالیوں میں کافی اڈیل رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ”کیا یہ آدمی رو جر بھی پہلے ہی سے آپ کی  
نظر وہ میں رہا ہے؟“

”تھیں۔۔۔! یہاں وقت کی دریافت ہے۔ بیٹھ جو کہیاں سیکر یہری میں اس وقت بہت اداں ہوں۔“  
”کیوں؟“ خاور پرش پڑا۔

”ہاں میں ااب تم بھی مجھے بندروں کی طرح چڑھانے لگے۔“  
”یہ بندروں کا لطیفہ بھی خوب رہا۔“

”یہ لینے نہیں بلکہ حقیقت ہے۔“ عمران نے صندلی سانس لے کر کہا۔ ”جب بذریعہ پرداخت نکالتے ہیں تو میں خود کو پاگل گدھا محسوس کرنے لگتا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اُس کا جواب کیسے دوں۔ بس تھی دل چاہتا ہے کہ میں بھی دانت بٹال دوں۔“

”بس ختم کیجئے۔ میں ہدینا نہیں ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اُس نے بھی روجہ کی موجودگی پسند نہیں کی تھی۔“

”ہاں! میں بھی سوچ رہا ہوں۔۔۔ مگر۔۔۔“

عمران خاموش ہو گیا۔ خاور اس کی طرف مستفسر انہی نظر دوں سے دیکھ رہا تھا۔

”آپ نے شام کا بنا جملہ پورا نہیں کیا۔“ اُس نے کچھ دیر بعد کہا۔

”وہ جملہ پورا کئے جانے کے قابل ہی نہ رہا ہوگا۔ خیر دوسری بہار جملہ سنوا وہ یہ کہ تھویر کو کسی طرح قابو میں رکھا جائے۔ میرا دعویٰ ہے کہ وہ اس موقع پر پھر ایکس ڈنک پنجیج جانے کے خط میں بتلا ہو جائے گا۔۔۔ لیکن اس طرح ہمارا کھل بیڑ بھی سکتا ہے۔“

”نہیں تھویر اس کی ہمت نہیں کر سکتا۔“

”لیکن اگر کوئی حورت ہمت دلاتے۔۔۔ تو!“

”کیا آپ کا اشارہ جولیا کی طرف ہے؟“

”یقیناً۔۔۔“

”میں نہیں سوچ سکتا کہ اس موقع پر وہ الی کی حماقت کی مرٹکب ہو گی۔“

”میں سوچ سکتا ہوں۔ کیونکہ میں نے اُسے بہت قریب سے دیکھا ہے۔۔۔ دوسری جملہ!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”یہ آدمی بھی پاگل ہی معلوم ہوتا ہے جس نے اس حشم کی حرکتیں شروع کی ہیں۔ کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ ایکس نواس سازش سے ہے خبری رہے گا۔“

”یہی تو میں بھی سوچتا رہا ہوں۔“

”سوچتے رہوا“ عمران نے کہا اور کافی چینے لگا۔ پھر اس کے بعد وہ اپنے کمروں میں آگئے۔

عمران سوچ رہا تھا کہ اس نے اسرار آدمی کا طریقہ کار بھی وہی معلوم ہوتا ہے جو خود اس کا ہے کیونکہ اس دن اس پست قدماً دی نے جو لیا فٹر واٹر کے متعلق معلومات حاصل کر کے پہلینا اسک پہنچا کی تھیں اور پہلینا نے بھی اس کا پیغام فون ہی کے ذریعہ اس تک پہنچا دیا تھا۔

عمران سوچتا ہے اور پیوگم کے پیکٹ گھلٹے رہے تین بیجے فون کی تھیں بھی اور عمران نے رسیور اٹھالا۔  
دوسری طرف سے بولنے والا بیک زیر و تقد

”پرس پلیز۔!“ وہ کہہ رہا تھا۔ وہ دونوں اس وقت شپ ناپ میں ہیں۔ مرد اس سے خفا معلوم ہوتا ہے۔ دونوں میں آپ کے متعلق بہت تیز تیز گفتگو ہوئی ہے۔ مرد کہہ رہا تھا کہ اسے مختار رہنا چاہیے۔ دلکش آدمیوں سے ملنے کی ضرورت نہیں خواہ وہ کوئی پنس ہو یا کوئی معمولی آدمی۔ لڑکی اس پر کافی گرم ہو گئی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ اس کی بھی زندگی سے کسی کوئی سر کار نہ ہونا چاہیے۔ اس نے اپنی خدمات فروخت کی ہیں اپنا وجہ نہیں بھی ڈالا!

”پھر کیا ہوا۔؟“ عمران نے پوچھا۔

”پھر مرد نے اسے دھمکی دی تھی کہ اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہو گا۔“

”تو وہ دونوں اب شپ ناپ ہی میں موجود ہیں؟“

”جی ہاں! دونوں نے ساتھی یہرپی ہے لیکن ایک دوسرے سے کبیدہ خاطر نظر آرہے ہیں۔ لڑکی بار بار اس پر یہ ظاہر کر رہی ہے کہ وہ آپ سے ملتی رہے گی۔ وہ اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی ہے کہ اس سے اس کے فرائض کی اعتماد دہی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ مرد پہلے تو اس سے جھکڑتا رہا تھا مگر پھر اس نے اپنارو یہ نکھت بدلت بھی دیا تھا اور اسے سمجھانے لگا تھا کہ وہ آدمی تو بالکل دو گوزی کا معلوم ہوتا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ وہ پنس ہو لیکن بالکل حق معلوم ہوتا ہے۔۔۔۔۔ لیکن لڑکی پر شامد اس کا بھی اثر نہیں ہوا اور وہ بدستور اپنی بات پر ازاں ہوئی ہے۔“

”اب تم اس مرد کا تعاقب کرنا! مجھے اس کی رہائش کا کامبھی علم ہونا چاہیے۔“

”مہت بہتر جناب۔“

”بیں۔“ عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

لیکن ابھی ریسیور کو کہا بھی نہیں تھا کہ پھر فون کی گھٹتی بھی۔ اس بار دوسری طرف سے خاور تھا اور اس نے ڈائنگ بھال سے رنگ کیا تھا۔

”کیا آپ ڈائنگ بھال میں آ سکتے ہیں؟“ اس نے پوچھا۔

”کیا ڈائنگ بھال یہاں نہیں آ سکتا؟“ عمران کا الجھہ نصیلہ تھا۔

”مر اخیال ہے کہ یہاں کسی کو آپ کی تلاش ہے۔“

”تمہارا خیال غلط بھی ہو سکتا ہے۔ آخر وہ کون ہے؟“

”ایک۔۔۔ دوسری سفید قام بڑی۔ اسے پس ٹھنڈل کی تلاش ہے۔“

”ہام۔۔۔ تو کھیل یا قاعدہ شروع ہو گیا۔ کیا اس نے مر اجھی نام لیا تھا؟“

”جی ہاں! سیکی نام۔۔۔ کیا میں اسے آپ کے کمرے میں بھیج دوں؟“

”سیکریٹری!“

”لیں پورہ بائی نس۔“

”تمہائی میں ہمیں عورتوں سے ہول آتا ہے۔۔۔ اسے تمہاری موجودگی بھی ضروری ہے۔“

”مر اخیال ہے کہ آپ کو ہول آتے کی بجائے اس پر خدا آئے گا۔۔۔ میں بھیج رہا ہوں۔“

”سبھیجو۔۔۔“ عمران صردہ سی آواز میں بولا۔

کچھ دیر بعد درد اڑے پر بلکل اسی وقت ہوئی اور عمران نے غرا کر کہا۔ ”آ جاؤ۔“

درد اڑے کھلا اور سفید قام بڑی اندر را خل ہوئی۔

”کیا میں پس ٹھنڈل سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل کر رہی ہوں؟“

”یقینا۔۔۔ یقینا۔۔۔ بالکل!“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔ مگر پھر بیک سمجھیدہ ہو گیا۔ وہ آنے والی کو

گھوڑہ تھا اور اب اس کے چہرے پر حماقت کے آثار نہیں تھے۔

دھننا اُس نے خونخوار لبچے میں کہا۔ ”یہ کیا حکمت ۔۔۔؟“

”کیا مطلب؟“

”کس گدھے نے تم سے کہا تھا کہ اتنے گھریاں تم کے میک اپ میں گھومتی پھر د؟ اور پھر اس طرح یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی؟“

”میں اسے برداشت نہیں کر سکتی کہ روشنی کو جو ہر را اہمیت دی جائے۔“

”جو لیا۔۔۔ میں آج کل تمہارا انچارج ہوں۔“

”ہوا کرو۔۔۔“ اُس نے لاپرواں ظاہر کرنے کے سے انداز میں اپنے شانوں کو جھیش دی۔

عمران اس جواب پر نہ ہی طرح بوجھلا گئی تھا۔ لیکن وہ خوش ہی رہا۔ جو لیا ایک آرام کری میں گر گئی۔ وہ عمران کو گھوڑہ ہی تھی۔

”ایکس ٹو کون ہے؟“ اُس نے یک بیک پوچھا۔

”وہ کوئی گدھا ہی ہو گا۔ کیونکہ اس کے ماتحت تم جیسے عقل مندوگ ہیں۔۔۔“

”عمران میں تھی ہوں اس سے ہتر موقع پھر باٹھنا نے گا۔“

”کیا موقع؟“

”ہم ایکس ٹو کی شخصیت سے واقف ہو سکتے ہیں۔“

”میری نظر وہ میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے کہ وہ کون ہے۔“

”یا تو تم مجھوں نے ہو یا اس سے اچھی طرح واقف ہو۔“

”دولوں ہی صورتوں میں تم میری ذات سے کوئی فائدہ نہ اٹھاسکو گی۔ اور اب اسے بھی سن لو کہاب اگر تم نے میرے آئندے کے مطابق عمل نہ کیا تو کافی عرصہ تک چھتاو گی۔“

”میں کام کر رہی ہوں کسی سے پچھے نہیں رہی۔“

”تم کام بچاڑو گی اور اب سب سے پہلے تمہاری ہی گروں کٹے گی۔“

”دیکھا جائے گا۔“

”اچھی بات ہے۔ اب میں کچھ نہیں کہوں گا۔“

”تم اس لڑکی ہلینا کے متعلق مجھ سے زیادہ نہیں جانتے۔“

”جتنا بھی جانتا ہوں اُس سے زیادہ جانا میری محنت کے لئے مضر ہے۔“

”تو پھر میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں۔۔۔؟“

”نوب۔۔۔“

”اچھا تو پھر میں جارہی ہوں۔۔۔“

صورت مجھے توقع ہے کہ خاموشی سے بخوبی۔ ہم لوگوں سے ملنے کی کوشش نہ کرو گی۔ میرا مطلب ہے کہ سیکھ اپ میں۔۔۔۔۔“

”کیا واقعی تم میری معلومات سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے؟ میں دراصل اس وقت اس لئے آتی تھی کہ تمہیں ہلینا کے متعلق کچھ بتاؤں۔“

”اس کے علاوہ اور کیا بتاؤ گی کہ وہ اپنے ایک ساتھی سے جھوڑا کر بیٹھی ہے اور یہ جھوڑا بھی کچھ دیر پہلے پٹپٹاپ کلب میں ہوا تھا۔“

جو لیانے پڑکیں جو پکا کیں۔ ”تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ تم میں سے کسی نے بھی اُس کا تعاقب نہیں کیا تھا۔ میرا ایسا ہے کہ اس وقت خاور، صدیقی اور نہماں تھہارے ساتھ کام کر رہے ہیں۔۔۔ خاور نہیں کہا۔ صدیقی اور نہماں مجھے کہیں نظر نہیں آئے۔“

”لیکن اسے کیوں بھول جاتی ہو جو تمہیں کبھی نظر نہیں آیا؟“

”ایکس ٹو ۹۹۔“

عمران کوئی جواب دینے کی بجائے جیوگم کا پیکٹ چھاڑنے لگا۔

”مجھے یقین ہے کہ تم اس کی شخصیت سے واقف ہو۔“

عمران پھر کچھ نہ بولا۔ اپ وہ پھر احمد نظر آنے لگا تھا۔

جو بیا پہلے تھے سکون دکھائی دیتی رہی پھر اس کے چہرے پر شدید ترین جھلابت کے آثار نظر آنے لگے۔  
لیکن وہ سچھ بولی نہیں۔ تھوڑی دیر تک عمران کو قبر آلو نظروں سے دیکھتی رہی پھر انھوں کو جھلی گئی۔ دروازہ  
کافی حیزاً آواز کے ساتھ بند ہوا تھا۔  
سچھ دیر بعد فون میں ٹھنڈی بھی۔

”جیلو۔“ عمران نے رسیور اٹھا کر جیلوگم کا پوکٹ ایک طرف ڈالتے ہوئے کہا۔  
”سلیمان۔“

”کیا بات ہے؟“

”سر سلطان سے مل لجھے۔۔۔ ان کی کام آئی تھی۔“

”اور کچھ؟“

”ایک خط ہے میم صاحب کا۔۔۔“

”اپنے تو وہ خط کیا اپنے ساتھ قبر میں لے جائے گا؟“

”کیا آپ کہئے۔۔۔ یہ بھی مشکل نہیں ہے۔۔۔“

”سلیمان۔۔۔“

”بھی صاحب۔۔۔“

”سر شے کی موت ماروں گا۔۔۔“

”ابھی حاضر ہوا صاحب۔۔۔“

”نہیں پہلے سر سلطان کے یہاں جاؤ۔۔۔ جو سچھ دیہ فون پر کہنا چاہتے ہوں ان سے لکھوا کر لانا ہے۔“

”وہ مجھے کیا بیچا رہیں گے؟“

”میں فون پر ان سے کہہ دوں گا۔۔۔ جلدی کرو۔“

”ابھی گیا۔۔۔“

سلسلہ منقطع ہو گیا۔ عمران کی سوچ میں پڑ گیا تھا۔

اس نے حالات کی اطلاع سر سلطان کو نہیں دی تھی۔ وہ بھی اسے بہت ہی خاص موقع پر فون کرتے  
تھے۔ بہر حال اس سلسلے میں اسے سلیمان کا منتظر رہتا تھا۔

(۸) روشنی کے خط سے اُسے معلوم ہوا کہ اب وہ اسرار آدمی ایکس ٹو گراف اڑ ناپت کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ روشنی نے لکھا تھا کہ کس طرح اُس نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ صدر کو پاگل خانے بھجوانے میں اُس کا باتھنیں تھا۔ عمران نے خط پڑھ کر اس طرح سر کو جبکش رہی تھی جیسے وہ بھی اپنی شیطیت کو بروئے کار لائے بغیر نہ ہے گا۔

مر سلطان نے کوئی خط نہیں ریا تھا۔ انہوں نے تو اُسی وقت فون پر اس سے الکار کر دیا تھا جب عمران نے سلیمان کے متعلق انہیں اطلاع دی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ جس صورت سے بھی ممکن ہو وہ آج یہ اُن سے مل لے۔

تقریباً آٹھ بجے رات کو عمران گرینڈ سے نکل آیا۔ لیکن اُس نے جلد ہی محسوس کر لیا کہ اُس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ اب ایسی صورت میں اس کے لئے ناممکن ہو گیا تھا کہ وہ مر سلطان کے گھر کا رخ کرتا۔ ساتھ ہی اُس کی تشویش بڑھ گئی۔ اس تعاقب کا مطلب تو یہی ہو سکتا تھا کہ اُس کی اب تک کی محنت بر باد ہوئی ہے۔ اُسے جو لیا تھا اور زیاد آئی اور وہ سوچنے لگا کہ اس آفت کی ذمہ داری ہو سکتی ہے مگن ہے کہ اُس کے بے ذہنگے میک اپ کی وجہ سے اُن پر اسرار لوگوں کو کسی قسم کا شہر ہوا ہو۔

پکھ بھی ہو کھیل تو بگڑی چکا تھا۔ عمران نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا کہ وہ اُسے روئیک میں لے چلے۔ جہاں پہلینا مقیر تھی۔ اور روئیک کے کپا کوڑ میں ٹیکسی سے اترنے کی تعاقب کرنے والا بھی سامنے آگیا۔ یہ وہی روجہ تھا جس سے بلیا نے آج گرینڈ میں تعارف کرایا تھا۔ وہ دوسری ٹیکسی سے اترنا اور اس انداز میں آگے بڑھتا چلا گیا جیسے وہ عمران سے بے خبر ہو۔

ومراں بھی خاموشی سے چلتا رہا۔ اب وہ سوچ رہا تھا ممکن ہے روجنے اصل معاملے سے ہٹ کر کسی دوسرے سلسلے میں اُس کا تعاقب کیا ہو۔ عمران کو پہلینا اور روجہ کے جھٹکے کی اطلاع بھی مل چکی تھی۔ وہ ڈائیکنگ ہال میں آیا۔۔۔ روجہ اُس سے پہلے ہی داخل ہو چکا تھا۔ وہ اُسے ڈائیکنگ ہال کی ایک میز پر نظر آیا۔۔۔ عمران نے بھی اُس سے بے نقیض ظاہر کی۔

لیکن روجرنے اُسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

”آہ۔۔۔ پُرس۔۔۔ آئیے۔۔۔ آئیے۔۔۔ کیا آپ میرے ساتھ بیٹھنا گوارا فرمائیں گے؟“

عمران رک گیا اور اُسے اس طرح دیکھنے لگا جیسے بچانے کی کوشش کر رہا ہو۔

”اوہاں۔۔۔ جی ہاں۔۔۔ جی ہاں!“ وہ بولکھلاتے ہوئے انداز میں بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ میں اس سے پہلے بھی کہیں آپ کو دیکھ چکا ہوں۔“

”آپ کا خیال صحیح ہے جناب! تشریف رکھئے۔“

عمران بیٹھ گیا۔ لیکن اُس کے انداز سے بھی ظاہر ہو رہا تھا جیسے اُسے نہ بچان سکنے پر اُسے بے حد شرمدگی ہو۔

”آج گریڈ میں بیٹھتا تھا آپ سے ملا یا تھا۔“ روجہ مکر اکر بولا۔

”اوہ۔۔۔ جی ہاں۔۔۔ جی ہاں!“ عمران زور دوسرے سر ملا تے لگا۔

”بیٹھنا آپ کی بہت مذاج ہے۔“

”سیاہم بالکل گدھے ہیں؟“ دفعہ عمران غصیل آواز میں بولا۔

”اوہ۔۔۔ میں نہیں سمجھا۔۔۔ آپ کیا فرمار ہے ہیں۔“

”وہ لڑکی ہمیں گدھا بھتی ہے۔“

”ارے نہیں تو۔۔۔ یہ آپ کس فرمار ہے ہیں۔“

”ہم بالکل صحیح فرمار ہے ہیں بلکہ مستند ہے ہمارا فرمایا ہوا۔“

”آپ کو غلط فہمی ہوئی ہو گی۔“

”کیا تم ہی اس وقت مجھے چھٹپتیں محسوں کر رہے ہے؟“

”یہ آپ بہتر مجھ سکتے ہیں۔“ روجہ طنزیہ انداز میں مسکرا یا۔ ”ویسے اس کے باوجود دیکھی آپ بیٹھا سے ملتے

کے لیے تشریف لائے ہیں۔“

”ہوں ہے۔“

”آپ میری توہین کر رہے ہیں۔ میں بہت زد اُدمی ہوں۔“ روج نے غصیل آواز میں کہا۔

”وہ تو میں پہلے ہی سمجھتا تھا۔ اچھے اُدمی بھی دوسروں کو یہ قوف ہنانے کی کوشش نہیں کرتے۔“

”میں بڑے بڑے ڈیکوں اور لارڈوں اور کاؤنٹوں سے سگرا چکا ہوں۔“

”ای لئے چھپے ہو کر رہ گئے ہو۔ خدا تم پر حرم کر رہے۔“

”میں تمہیں چلنچ کرتا ہوں۔“ روج فرایا۔

اُبھی چھکا در بھی کہنا چاہتا تھا کہ وہ دونوں ہی چونک پڑے۔ بلجنے جیچے سے آگر میر پر ہاتھ دمارا تھا۔

جس چمگاس کا ہاتھ پڑا تھا وہاں عمران کو ایک چھوٹا سا کام رو انظر آیا۔ جس پر سوالیہ نشان، نہ ہوا تھا۔ یہ نشان

بہت واضح تھا اور کافی ذصلے سے دیکھا جا سکتا تھا۔ عمران نے اندازہ کر لیا کہ وہ نشان اندر چھرے میں چمگتا

بھی ہو گا۔ کیونکہ جس روشنائی سے وہ بنایا گیا تھا اُس میں سے فاسفورس کی آئیزش بھی معلوم ہوئی تھی۔

عمران بے تعلقاً شاندار میں بیٹھا رہا۔ ویسے اُس کے چہرے پر یقیناری کے ٹھار پہلے ہی موجود تھے۔

”اچھی بات ہے۔“ روج نے کری سے اٹھتے ہوئے ایک طویل سانس لی اور چپ چاپ آمد و رفت کے

دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ کارڈ بھی اُس نے اٹھایا تھا۔

”سیلو۔۔۔ پنس۔۔۔“ بلجنہ بُٹھتی ہوئی بولی۔ ”کیا تم بہت دیر سے یہاں ہو؟“

”ہاں۔۔۔ ا۔“ عمران کی آواز غصیل تھی۔

”اوہ۔۔۔ تم کچھ خفا معلوم ہوتے ہو۔“

”کچھ نہیں۔۔۔ بہت زیادہ۔“

”بات کیا ہے؟“

”تم اور تمہارا دوست۔۔۔ ہمیں الو بخت ہوں۔“

”ارے نہیں۔۔۔ یہم کیا کہہ رہے ہو۔۔۔ ڈیکر پنس۔۔۔“

”اور اس کو جرنے اُبھی میری توہین کی تھی۔“

”گر جنہیں اُس کا نام روج رہے۔ کیا و تم سے جھگڑا کر رہا تھا؟“

”ہاں۔ سارنے کیا تھا کہ وہ بہت نہ آدمی ہے۔ اب تک کئی ڈیکوں، لارڈوں اور کامنزٹوں سے مگر اچکا ہے۔ مگر ہم نہیں سمجھ سکے کہ آخر اس نے ہمیں دھمکی کیوں دی تھی۔“

”اوہ۔۔۔ وہ پاگل ہے۔ حفول! تم کچھ خیال نہ کرو۔۔۔“

”میں یہ سوچ رہا ہوں کہ وہ یہاں سے زندہ واچک نہ جانے پائے تو بہتر ہے ورنہ ساری دنیا میں بتا چہرے گا کہ میں نے پرنس تھسل کی توبین کی تھی اور وہ دم دبا کر رہ گیا تھا۔۔۔ دیکھو چلنا۔۔۔“

”بلیں۔۔۔“ اس نے تھیج کی۔

”اوہ۔۔۔ بلیں ہی سکی۔“ عمران یہر پر گھونسہ مار کر بولا۔ ”بندروں کی اور بات ہے لیکن آدمیوں سے نہیں کے لئے ہم کافی قوت رکھتے ہیں۔ خدا کاشکرا دا کرو اس وقت ہمارا سکریٹری یہاں موجود نہیں تھا۔۔۔ ورنہ یہ جو کر ہیں اسی وقت قتل کرو یا جاتا۔۔۔ جارے ملازم میں تک حرام نہیں ہیں۔۔۔ کیا یہاں سے بھی تمہارے ساتھ رہتا ہے؟؟؟“

”نہیں۔۔۔“

”کہاں رہتا ہے؟ اس کا پیدا مٹاو۔“

”اے۔۔۔ حفول ڈیکرا خشم کرو۔۔۔ ہم پر دلکی طالب علم یہاں تارے ملک کے آثار قدیمہ سے متعلق معلومات فراہم کرنے کے لئے آئے ہیں۔۔۔ دو چار دن میں چلے جائیں گے۔ کیوں خواہ مخواہ بات ہو جاتے ہو۔“

”لیکن آخر یہ ہم سے کیوں الجھ پڑا ہے۔“

”اب کیا تاؤں۔۔۔!“ وہ اس اساحنہ بناؤ کر بولی۔

”نہیں تاؤا، ہم نے بغیر نہ ائیں گے۔“

”اس کا خیال ہے کہ میں تم سے مخفی کرنے لگی ہوں۔“ وہ ملجمد خیز انداز میں ہنسی۔

”مخفی۔۔۔ ق۔۔۔“ عمران نے اس طرح گلے پر ہاتھ درکھ کر کہا ہیسے کوئی سخت چیز طبق کے نیچے تارنے کی کوشش کی ہو۔

اور پھر اس کے چہرے پر ہوا یاں اڑنے لگیں۔ جسم کا پعنے لگا۔ لیکن ہے آنکھوں کے سامنے نیلے ہیلے چنگاڑیاں بھی اڑنے لگی ہوں اور پھر اس کا سراچاںک بیزست گمراہ۔

”ہاں---ہاں!“ وہ اُس کاشانہ پکڑ کر انھاتی ہوئی بولی۔ ”یہ کیا ہو گیا تھیں؟“

”پکنیں۔“ عمران میدھا بینھا ہوا آہستہ سے بولا۔ ”پکنیں۔“

”نہیں پکھ تو ہے۔ تم یہ بیک بیار سے نظر آنے لگے ہو۔“

عمران نے صرف ایک خندی سائنس لی جواب میں اور پکنیں کہا۔ ویسے اُس کا چہرہ خوف اور حمافت کی آجائگاہ من کر رہا گیا تھا۔

”بیلوو۔۔۔ تم خموش کیوں ہو گئے؟“

”عشق کے نام سے ہمارا دم کل جاتا ہے۔“ عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”کیوں؟“

”تم نہیں جانتیں ہماری اشیت میں عشق کرنے والوں کو کیسی سزا سکھتی ہیں۔“

”سزا نہیں۔“

”ہاں۔۔۔ ہمارے والد بزرگوار عشق کرتے والوں کی دم پر نہ کسادی ہے ہیں۔“

”بیکار با تمنہ کرو۔۔۔ یہ تو صنِ عشق ہی کی سرز میں ہے۔۔۔ میں نے تمہارے بیہاں کی کھاناں سکی ہیں۔۔۔ پڑھی ہیں۔۔۔ وہ کون تھے۔۔۔ ہیر اور راجھا۔۔۔“

”آن کا قو نام ہی نہ لو۔۔۔“ عمران نے اسامنہ بنا کر بولا۔

”کیوں۔۔۔ آن کی داستان تو ساری دنیا میں مشہور ہے۔“

”بعد کے حالات سے تم واقف نہیں ہو۔۔۔ بخروں پر سفر ہو گیا تھا اور بعد کے حالات دنیا کو نہیں معلوم ہو سکے تھے۔“

”کیسے حالات؟“

”وہ دونوں راوی کے کوارے ملا کرتے تھے۔ عشق ہو گیا۔ ہیر دراصل وہاں کپڑے دھونے آیا کرتی تھی۔ راجحہ اُس کا ہاتھ بٹانے لگا۔ ہاتھ کیا بٹانے لگا، ہیر کو تو الگ بخمار بینا تھا اور خود ہی اُس کے کپڑے دھو دھو کر ڈھیر لگادیتا۔ اچانک ایک دن اُس نے محosoں کیا کہ اسے قفر پڑا۔ ہائی سو کپڑے روزانہ دھونے پڑتے ہیں۔ تب اسے ہوش آیا اور رُدی طرح بولکھلا گیا۔۔۔ اُس نے ہیر کی طرف دیکھا جو کچھ دور گھس پڑیں گے اس کے بعد تواریکی چلکی چلاتے چارہ تھی۔۔۔ مگر وہ صرف دیکھ کر ہی رہ گیا۔ کچھ بولا نہیں۔ لیکن چونکہ اسے تشویش ہو گئی تھی اس لئے وہ چلانہیں بیٹھا۔ کپڑے تو اسے بہر حال دھونے پڑتے تھے۔ اس سے جو وقت پڑتا تھا اس میں کو حل کرنے میں صرف کرو دیتا۔ اب اسے ہیر سے عشق جانتے کا بھی کم موقع ملتا تھا۔

ویسے وہی کا گھر اسامنے رکھے پڑھی اُس کا دل بڑھایا کرتی تھی۔ آٹھ ایک دن یہ اڑ گھل عی گیا۔ بیچارے راجھے کو معلوم ہوا کہ ہیر کے بھائی نے مال روڑ پر ایک بہت بڑی لانڈری کھول رکھی ہے۔ بس وہ غرب دیس پڑ سے گرا اور ختم ہو گیا۔۔۔ یہ اصلی داستان ہیر راجحہ کی۔۔۔  
ہمیں پڑھنے گی۔

”کیا تم غلط سمجھتی ہو؟“

”کچھ نہیں چھوڑو۔۔۔ تم عجیب ہو۔ تمہارے پاس گھنون بیٹھنے کو دل چاہتا ہے۔“  
”بہ۔۔۔ باس۔۔۔ ہم تو اب چلے۔۔۔ گھنٹیں۔۔۔ ہمیں اُس کا پڑھتا ہو۔۔۔ ارے یا ہمارا خصہ اتر پذکا ہے۔۔۔ نہیں ہرگز نہیں۔۔۔ ہم اس وقت بھی انگارے چبارے ہیں۔۔۔“  
”دشمن کرو۔۔۔ ٹھوڑا ڈسیر۔۔۔ میں کہتی ہوں بیکار بات نہ بڑھاؤ۔۔۔ اس سے حالات بگڑ جائیں گے۔۔۔ بن نہیں سکتے۔۔۔“

”کچھ بھی ہوا ہم نے آج تک ایسے لوگوں کو سعاف نہیں کیا، جو ہماری توہین کریں۔۔۔ بندروں کی بات الگ ہے۔۔۔ مگر ہم عنقریب ان کا انتظام بھی کرنے والے ہیں۔۔۔ خیر تو تم نہ بتاؤ پہا۔ ہم خود ہی معلوم کر لیں گے اور کل تک اس کا حشر دیکھ لیں۔۔۔“

”اب میں تمہیں کیسے سمجھا دل وہ مجھ سے محبت رہتا ہے۔ مگر کیا یہ ضروری ہے کہ مجھے بھی اُس سے محبت ہو؟“

”ہمارے نزدیک تو اُس کا دجوہ ہی غیر ضروری ہے۔“

”آف فوہ! تم اپنادل صاف نہیں کرو گے؟“

”ہرگز نہیں! ہم اپنادل اُس کے خون سے صاف کریں گے۔“

”یہ بھولو کرہ قانون اُس کی پشت پانچھی کرے گا۔ میں اُسے پکڑ کر اپنی اٹیٹھ میں لے جاؤں گا اور وہاں قتل کر دوں گا اپنے ماتھوں سے۔ وہاں ہمارا قانون چلتا ہے۔ (اصپ ایک آزادیاً است ہے۔“

عمران اٹھ گیا اور ہلینا دنوں ہاتھ ہلاکر بولی۔ ”ارے تو نیتھونا۔ تم مجھ سے ہی ملنے کے لئے آئے تھے۔“

”ہاں ہم اسی لئے آئے تھے۔ مگر ہمارا موڑ چوپٹ ہو گیا ہے۔ اب ہم نہیں رکس گے۔“ مھروہ روکتی ہی رہ گئی یعنی وہ دوسرے ہی لمحے میں ڈائینگ ہاں سے باہر تھا۔

پھر دور پیدل ہی چھتر بارہ مگر ایک ٹکسی کر لی۔ دراصل وہ اندازہ کرنا چاہتا تھا کہ اب بھی اُس کا تعاقب کیا جا رہا ہے یا نہیں اس لئے یعنی ذرا بیور کو کوئی مخصوص پتہ بتانے کی بجائے داسک بائیں کی بائک لگانی شروع کر دی تھی۔۔۔ اس طرح ٹکسی کسی کلی میں مڑتی اور کبھی پھر کسی کشادہ مڑک نکل آتی۔ جب عمران کو اطمینان ہو گیا کہ اس بار تعاقب نہیں کیا جا رہا تو اُس نے ٹکسی ذرا بیور کو سر سلطان کا پتہ ٹایا پھر تھوڑی دیر بعد وہ سر سلطان کے بیٹلے کی کپڑوں میں داخل ہو رہا تھا۔

سر سلطان غالباً سونے کے لئے جا چکے تھے۔ لیکن عمران کی آمد کی اطلاع پا کر شبِ خوابی کے لباس میں بے لبادہ ڈال کر ڈرائیور کو روم میں چلے آئے۔

”میں نے تمہیں ایک خطرے سے آگاہ کرنے کے لئے بلا یا ہے۔“

”فرمایے! میں خطرات ہی سے کل کر آپ تک پہنچا ہوں! میں آج کل حالات اسے ہیں کہ میں نے نون پر گلگتو کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔“

”کیا بات ہے۔“

”پہلے آپ اپنے خطرات سے آگاہ فرمائیے۔ میں تو خطرات کا کیز اہو چکا ہوں۔“

”پڑوی ملک سے اطلاع تی ہے کہ ایک خطرناک آدمی پھر دن پہلے دلوں ممالک کی مرحد پر دیکھا گیا تھا۔ اس کے بعد سے پھر اس کا سر اخ نہیں مل سکا۔“

”یعنی وہ خطرناک آدمی ہمارے ملک میں داخل ہو گیا ہوگا۔“ عمران نے ٹکلیں مجھ کا نہیں۔

”یقیناً۔۔۔ اس کے امکانات ہیں۔۔۔ تم جانتے ہو کہ ایک ہفت بعد یہاں چند دوست ممالک کی ایک خفیہ کانفرنس ہونے والی ہے۔“

”آہم۔۔۔ مجی ہاں۔۔۔ مجھے علم ہے۔۔۔ مگر وہ خطرناک آدمی ہے کےون؟“

”وہی جس کی شاخات صرف یہ ہے کہ اس کے دامنے ہاتھ پر چکلیاں ہیں۔“

”نہیں۔۔۔!“ عمران اچھل پڑا۔

”ہاں وہی! اُسے چند چڑا ہوں نے دیکھا تھا۔ اس نے چھو سے پانی پینے کے لئے اپنے دست انے اتارے تھے ان چڑا ہوں میں ایشی امیگن پولیس کا ایک تربیت یافتہ مجرمی قرار۔“

عمران کے چہرے پر تشویش کے آہ رانے لگے۔ کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔ ”کیا یہ اطلاع صرف میرے ہی ملک کے لئے تھی؟“

”نہیں۔ اتمہارے پاپ مسٹر جہان کو بھی اطلاع دے دی گئی ہے۔“

”مگر مجھے افسوس ہے کہ ان کا حکمہ شاہد اس کی گرد کو بھی نہ پاسکے۔“

سر سلطان مسکرائے۔ لیکن پھر یہیک بیک سمجھیدہ ہو کر بولے۔ ”ہاں تم اتنے خطاٹ کیوں ہو رہے ہو آج کل؟“

”اُرے۔۔۔ جناب بس کیا عرض کروں۔۔۔ عمران بیچارہ گھنی چکر من کر دہ گیا ہے۔“ عمران نے بسور کر کھا۔

اور پھر آج تک کے واقعات درا کر بولا۔ ”وہ جو کوئی بھی ہو گا کافی پاہر آدمی معلوم ہوتا ہے۔۔۔ یعنی اسے یہاں کی سیکرت مرسوں کے چیف آفیسر کے طریق کا رکا علم ہے۔۔۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ چیف آفیسر ایک لو

کھلاتا ہے اور اس کے ماتحت اس کی شخصیت کے متعلق اندر میرے میں ہیں۔ لہذا اس کی ان حرکتوں کا سبی مطلب ہو سکتا ہے کہ ایکس نو بکھلا کر خود ہی بے نقاب ہو جائے۔“

سر سلطان کجھ نہ یو لے۔ وہ عمران کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔ اور خود ان کی آنکھوں سے الجھن جھاک رہی تھی۔ کچھ دیر بعد انہوں نے بھرا کی ہوئی آواز میں کہا۔ ”تب پھر وہ جانتا ہو گا کہ ایکس نو ہر وقت اپنی آنکھیں بھلی رکھتا ہے۔“  
”ممکن ہے۔“

”تب پھر میرا خیال ہے کہ وہ آدمی اپنے دارے ہاتھ میں تین طور پر چھا لگایاں رکھتا ہو گا۔“  
”کیوں؟“

”کیا یہ ممکن نہیں ہے۔ اس نے سوچا بوجا کیس نو پر قابو پاے۔ باشیر دیہاں کچھ بھی نہ کر سکے گا۔ فرض کرو وہ اس کا انفراسی کے راز اڑانا چاہتا ہو تو کیا وہ ایکس نو کی نظر وہ میں آئے بغیر ایسا کر سکے گا۔“

”میرا خیال ہے کہ آپ کا خیال درست بھی ہو سکتا ہے۔“

”تو ہمدرم نے اس آدمی کے متعلق کیا سوچا ہے جو ایس نو کو بے نقاب کر دینا چاہتا ہے۔“

”میں عنقریب اس کے مل سے نکال کر چڑھے ہی کی طرح مارڈاں گا۔“

”یہ آسان کام نہ ہو گا عمران۔ اگر یہ وہی آدمی ہے۔“

”اچھا شب بخیر۔“ عمران نے ناخوٹگوار لبکھ میں کہا اور سر سلطان اپنے پڑے۔

”جاو۔۔۔“ انہوں نے کہا۔ ”یہیں بہت جیکھاتا رہنا۔ مجھے تمہاری زندگی بے حد عزیز ہے۔“

”شب بخیر۔۔۔“ عمران کسی بھیز یعنی کی طرح غراتا ہوا ذرا انگکر دم سے باہر نکل گیو۔

دوسری صبح بیک زیرو نے فون پر عمران کی کال ریسیو کی جو کہہ رہا تھا۔ ”رو جر کی قیام گاہ سے تم تینی طور پر واقف ہو گے۔“

”جی ہاں!“

”میں آج اُس کے پچھے رہوں نہیں ٹھہرو۔ دیکھو۔۔۔ میں دراصل یہ چاہتا ہوں کہ آج شہر کی کسی بھری نہدی سڑک پر اُس کے دس پانچ چوتے لگادیے جائیں۔“  
بیک زیرواس تجویز پر حیران نہ کیا۔

”میں نہیں سمجھا جاتا۔“

”ارے تو کیا ب جو تے خرید کر جسمیں سمجھانا پڑے گا۔“

”نہیں۔۔۔ نہیں! میں دراصل یہ پوچھنا چاہتا تھا لاس سے کیا فائدہ ہو گا۔“

”میں جو کچھ کہہ رہا ہوں کرو۔“ فون میں غرائب سنائی دی اور پھر بیک زیرو نے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سنی۔

یہ بیک زیرو کے لئے مشکل نہیں تھی۔ کیونکہ وہ تو ایسے کاموں کا ماہر تھا۔۔۔ لیکن وہ الجھن میں ضرور پڑ گیا تھا۔ خراس کا کیا مقصود ہو سکتا ہے۔۔۔ وہ اپنے آفسر سے اچھی طرف واقف تھا۔ لیکن اس کا طریق کا آج سمجھیں نہ آ سکتا تھا اور شہزادے بھی معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ کب سنجیدہ ہو جائے گا اور کب حماقتوں پر اتر آئے گا۔

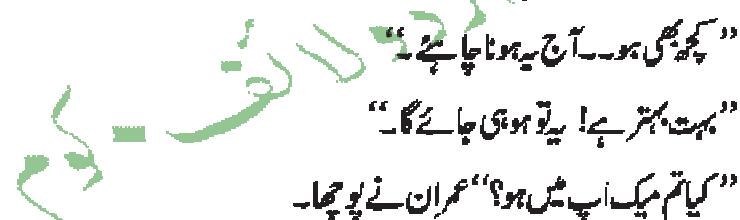
ناشیت کے بعد وہ کل کائنے سے لیس ہو کر بکالار رو جر کا قیام اڈ لفیا میں تھا۔ لیکن بیک زیرواس کا علم نہیں تھا کہ وہ وہاں تھا تھا یا اُس کے دورے ساتھی بھی وہیں مقیم تھے۔  
اڈ لفیا پہنچنے سے پہلے ایک بار بھروسے نے عمران کو فون کیا۔

”ہاں کیوں؟ کیا رہا۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ابھی تو کچھ بھی نہیں۔ کیا میں اُس کے کمرے میں کھس کر مرمت کر دوں؟“

”نہیں! شارعِ عام پر یہ بہت ضروری ہے۔“

”تب تو ہمارا منتظر کرنا پڑے گا۔ جب وہ باہر آئے تب میں ایسا ہو سکے گا۔“

”کچھ بھی ہو۔ آج یہ ہونا چاہئے۔“ 

”بہت بہتر ہے! یہ تو ہو ہی جائے گا۔“

”کیا تم میراں اپ میں ہو؟“ عمران نے پوچھا۔

”یقیناً جناب! اس کے بغیر کیسے کامِ جل ملکا ہے۔“

”ٹھیک ہے۔۔۔“ دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

(۱۰)

اسی شام کو عمران اپنے کمرے سے نکل ہی رہا تھا کہ بیٹھا آگرائی جو کچھ بدحواس سی نظر آ رہی تھی۔

”چلو، چلو اندر چلو! تم باہر نہیں جا سکتے۔“ وہ اسے اندر دھکیلی ہوئی بولی۔

”بائیں۔۔۔ بائیں۔۔۔ کیا بات ہے۔۔۔ ادب ادب۔۔۔ ادب مخواڑ کھو۔۔۔ یہ مت بھولو کرہم

کون ہیں۔۔۔ بے تکلفی ہمیں قلی پسند نہیں ہے۔۔۔“

وہ کمرے کے اندر آگیا۔ بیٹھا دروازہ بند کر کے ہانپھی ہوئی بولی۔ ”تم نے بہت زرا کیا اٹھوں۔“

”ہم نہیں سمجھے تم کیا کہنا چاہتی ہو۔“

”میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ اب معاٹے لو آگے نہ بڑھاوی۔“

”کس معاٹے تو۔۔۔؟“

”روجر۔۔۔“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

”کیا سے قتل کر دیا گیا۔؟؟“

”نہیں۔۔۔!“

”پھر معاملہ آگے کیسے بڑھا؟“

”ظہول تم نہیں سمجھ سکتے کہ کن خطرات میں گھر گئے ہو میں نے تمہیں اسی لئے باز رکھنے کی کوشش کی

تھی۔ مگر تم نے میری باتوں پر کان شدیا۔“

”ارے۔۔۔ تو میں نے کیا کیا۔؟“

”اس طرح شارع عام پر اُسے ذیل مذکور نہ کرنا چاہئے تھا۔“

”ارے۔۔۔ کچھ تو بولا بھی۔۔۔ بتاؤ کیا ہوا۔“

”ہم دونوں اڈل فیا کے قریب سے گذر رہے تھے کہ ایک آوارہ آدمی نے اُسے جوتوں سے مارا۔“

”خیز تکین بخش ہے ہمارے لئے۔“ عمران مسکرا کر بولا۔ ”مگر پوری تکین نہیں ہوئی۔۔۔ بہر حال اب

ہم اُسے اس قابل ہی نہ رہنے دیں گے کروہ آئندہ ڈیوکوں، لا روڈوں اور کاؤنٹوں سے گمراۓ۔“

”میں تمہیں آگاہ کرتی ہوں کرفی الحال گریڈ سے باہر قدم نہ رکانا۔“

”کیوں؟؟“ عمران نے بھنویں سکون کر کہا۔

”بس ہتا یا تم سے۔۔۔ تم نہیں جان سکو گے کہ گولیاں کدھر سے آئی تھیں کیونکہ تمہارا جسم مجھنی ہو چکا ہوا گا۔ رو جر پا گل ہو رہا ہے۔“

”آپا تب تو وہ یہ بھی جانتا ہو گا کہ تم ہمیں اس خطرے سے آگاہ کرنے آئی ہو۔“

”اب میں تمہیں کیا بتاؤ۔۔۔“

”تمہیں ضرور بتاؤ۔۔۔ میں ان کر بے حد خوشی ہو گی۔ ہماری تو یہ تفریغ ہے کہ ہم پر گولیاں برسیں اور ہمارا جسم جھعنی ہو کر رہ جائے۔“

”فضول یا تم نہ کرو۔ تم پر ہذا غصہ آ رہا ہے۔“

”میں بھی آ سکتا ہے غصہ! اس لئے جو کچھ بھی کہنا ہے جلدی سے کہہ ڈالو۔“

”پڑھنے کے بعد وہ جرنے کہا تھا کہ یہ حرکت ٹھوفل کی ہو سکتی ہے۔ میں نے اس کی تردید کرنی چاہی تھیں وہ مجھ پر گزر گیا۔ مجبوراً مجھے اس سے ہمدردی ظاہر کرنی پڑی اور یہ بھی تسلیم کر لیتا پڑا کہ یہ حرکت تمہاری ہی ہو گی۔ پھر اب تم خود سوچو ہماری مذاقات کو کتنے دن ہوئے ہیں اور وہ مجھے بہت دنوں سے جانتا ہے۔ نہ صرف جانتا ہے بلکہ کچھ دوسرے بھی رکھتا ہے۔۔۔ یا اور بات ہے کہ میں اس کے کسی دوسرے کو تسلیم نہ کروں۔“

”بات ختم کرنے میں جلدی کیا کرو۔“

”اس وقت اس نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔“

”کیوں؟“

”تاکہ میں تمہیں بیماں سے سڑک پر لے جاؤں اور وہ لوگ تمہارا خاتمہ کر دیں।“

”چلو۔۔۔“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔

”تم پاگل تو نہیں ہو گئے؟“

”ہم کہتے ہیں چلو۔۔۔ ہم بھی دیکھنا چاہتے ہیں کہ جسم تخلیٰ کر دینے والی گولیاں کیسی ہوتی ہیں۔۔۔“

ٹھیک اُسی وقت کی نے دروازے پر دشک دی۔

”کون ہے؟“ عمران نے غصیل آواز میں پوچھا۔

”بیکری۔۔۔ یورہائی نس۔۔۔“

”آجاؤ۔۔۔“

خاور دروازہ کھول کر اندر دھاڑا ہوا، اس کے ہاتھ میں ایک لفڑا تھا۔

”یا آپ کے لئے ہے۔۔۔“ خاور نے بیٹھا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”ابھی ایک آدمی رے گیا ہے۔۔۔“

”تمہیں یقین ہے کہ وہ آدمی عی تھا؟“ عمران نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

”ن۔۔۔ جیں۔۔۔ بہ۔۔۔ بات یہ ہے ا۔۔۔“ خاور ہکلایا۔

”بیکری۔۔۔“

”یہ یورہائی نس۔۔۔“

”ہم نے تمہیں ہزار بار سمجھا دیا کہ کوئی بات یقین کے بغیر نہ کہا کرو۔“

”اوہ غلطی ہو گئی جتاب! آنکھہ اپیا نہیں ہو گا۔“

”چلو خیر۔۔۔ ہاں۔۔۔“ عمران نے بیٹھا کی طرف دیکھا جو لفڑا چاک کر رہی تھی اور اس کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔ لفڑے سے اس نے ایک چھوٹا سا کارڈ نکالا جس پر سوالیہ نشان بنا ہوا تھا۔ عمران اس سے پہلے بھی ایک بار اس قسم کا سوالیہ نشان دیکھ چکا تھا۔ لیکن اس وقت جو نشان بیٹھا کے ہاتھ میں تھا اس کی رنگت سرخ تھی۔

دفعاً اس نے محسوس کیا کہ بیٹھا کے چہرے کی رنگت حیرت انگیز طور پر بدل رہی ہے۔۔۔ ذرا سی دیر میں

اس کی آنکھیں ہے نور معلوم ہونے لگی تھیں اورہ کری کی پشت سے سمجھی اور آنکھیں بند کر لیں۔

عمران نے خاور کو جانے کا اشارہ کیا۔

”کیا بات ہے۔۔؟“ عمران اسکے قریب چاکر بولا۔ ”کیا ہم تمہارے لئے کوئی چیز طلب کریں۔“

”برادری۔۔“ اس نے خشک ہوتلوں پر زبان پھیر کر کہا۔ ”میری طبیعت خدا خراب ہو گئی ہے۔“

عمران نے فون پر برادری کے لئے کہا۔

”آخر بات کیا ہے؟“ اس نے مڑکر ہلینا سے پوچھا۔

”کچھ بھی نہیں۔۔ میں طبیعت یک بیک گزگزی۔“

عمران چند لمحے اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔ ”تم خائف ہو۔ ہم تم سے کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ باہر چلو! اس طرح تم اس سے بھی بڑی نہیں بنو گی اور ہم اسی وقت اس سے نپٹ لیں گے۔“

”اوہ۔۔ ٹھوڑا۔۔ کچھ دری خاموش رہو۔۔ مجھے کچھ ہوتھے دو۔۔“

”اچھی بات ہے! ہم دس منٹ تک بالکل خاموش رہیں گے۔۔“  
کسی نے دروازے پر دستک دی۔

”آجائو۔۔“ عمران نے کبا اور دیپ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ وہ برادری لا یا تھا۔

اس کے واپس چلے جانے کے بعد عمران نے گلاس میں سماں نہیں سے سوٹھے کی بوچھاڑوائی۔ اور گلاس ہلینا کی طرف بھادیا۔

”تم۔۔۔ تم نہیں لو گے۔۔۔؟“ ہلینا نے کہا۔

”ہماری اسٹیٹ میں شراب پینے والے اُن لئے لٹکائے جاتے ہیں۔۔“

”تمہاری اسٹیٹ تو میرے اصحاب کے لئے ہتھوڑا بہن گئی ہے۔۔“ ہلینا نے رأساً منہ بنا کر کہا۔

”ہمیں اس جملہ کا مطلب ضرور سمجھاؤ۔۔“

ہلینا کچھ بولی۔ عمران نے بھی حزیدا استفسار نہیں کیا۔ وہ خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھ دیا تھا جس پر کسی حد تک بھالی نظر آنے لگی تھی۔ غالباً برادری کا اثر فوری طور پر ہوا تھا۔

عمران خاموشی سے چیو گم کچلنا رہا۔۔۔

ہلینا بڑو داری تھی۔ ”یہ بہت بُرا ہوا۔ بہت بُرا دو جنم پچھتا گے۔ تم ابھی نہیں جانتے کہ میں کیا ہوں اور کیا کچھ نہیں کر سکتی۔“

”تم۔۔۔ عمران ہاتھا خاکر بولا۔“ میں یہ تو فدہ بھوگی۔ مگر نہ جانے کیوں؟ میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تم کہیں کی شہزادی ہو۔ ہم نے یورپ میں بھی یہ تھری ایسی شہزادیاں دیکھی ہیں جو اکیلے گھونٹے مہرے کی شائق ہوتی ہیں۔ مچھلے سال ہمیں لاس ویکاں میں ایسی ہی ایک شہزادی ملی تھی کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ یورپ کے ایک ملک کی شہزادی ہے۔۔۔ وہ جوئے میں بہت زیادہ ہماری۔۔۔ اتنا زیادہ کہ اس کے پاس واپسی کے لئے کرایہ بھی نہیں بجا تھا۔ ہمیں اس کا علم ہو گیا تھا، ہم نے اس کی مدد کی اور وہ اپنے ملک واپس چلی گئی۔“

”میں ملک کی شہزادی تھی؟“

”میں افسوس ہے کہ ہم یہ نہ بتائیں گے۔ کیونکہ ہماری ہی طرح وہ معزز تھی۔ ہماری طرح انہی رگوں میں شاعر خون رکھتی تھی۔۔۔ خیر اس قصے کو ختم کرو۔ ہم تمہاری پریشانی کی وجہ معلوم کرنا چاہیے ہیں۔ ممکن ہے ہم تمہارے کام بھی آسکیں۔“

”میں تو۔۔۔ میں پر بیان کہاں ہوں۔“ وہ نفس پڑی۔ لیکن انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ زبردستی ایسی تھی۔

”خیر۔۔۔ عمران نے لاپرواں ظاہر کرنے کے لئے اپنے شانوں کو جتنیں دی۔“ نہیں بتانا چاہتیں تو ہم مجبور جتنیں کریں گے۔“

”کوئی بیات نہیں ہے! المحرل جو وقت بھی تمہارے ساتھ گزار بہت خوشگوار گزار۔ مجھے بے حد افسوس ہے کہ میری ہی وجہ سے تمہاری زندگی مختصر ہے میں پڑ گئی۔ مگر تاؤ میں کیا کر سکتی ہوں۔ میں نے تو جسمیں منع بھی کیا تھا کہ رو جرسے مت الجھو۔ مگر تم نہیں مانے۔ کاش تمہیں علم ہوتا کہ وہ کتنا خطرناک آدمی ہے۔“

”اس کا ذکر کرہا بہت کرو۔ کیونکہ ہمارا خصوصی تیز ہوتا ہے اور حب ہمارا خصوصی بہت تیز ہو جاتا ہے تو بعض اوقات ہم اپنی بوٹیاں نوچتے لگتے ہیں۔“

”دوسری بات یہ کہ شاکر اب میں تم سے نہیں سکون۔ ورنہ وہ نہ راجھی دشمن ہو جائے گا۔ مجھی تو میں جا کر اُسے کہہ دوں گی کہ تم آرام کر رہے تھے۔ مگر ظہرو۔۔۔ میرا خیال ہے کہ مجھے ہی اس پر مجبور کیا جائے گا۔“

”سکس پر۔۔۔“

”اسی پر کہ میں تمہیں ہوٹل سے باہر نکال کر تمہارا جسم چھٹا کراؤں۔“

”جب بھی کوئی ایسی اقتدار پرے، بے دریغ حلی آتا۔ ہم یقیناً اس سلطے میں تمہارا ہاتھ بٹائیں گے۔“

”ظہرو و صفرل مجھے سوچنے دو۔“

اس نے پھر کری کی پشت سے نکل کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ عمران خاموش بیٹھا رہا۔ اب اس کی آنکھوں میں بھی ابھن کے آنار نظر آنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر بعد بیٹھا نے آنکھیں کھولیں اور آہستہ سے بولی۔ ”تم یقینی طور پر مقامی پولیس کو ان حالات سے مطلع کرو گے۔“

”تم ہمیں مشورہ دو کہ ہمیں کیا کرنا چاہتے۔“ عمران نے بڑے بھولے پہنے کہا۔

”حیثیت مشورہ تو ہمیں دینا چاہتے۔۔۔ لیکن۔۔۔ یہ مشورہ دینا اپنی جان سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہو گا۔“

”کیوں؟“

”وہ لوگ مجھے زندہ نہ چھوڑیں گے۔“ بیٹھا نے بھرا لی ہوئی آواز میں کہا۔ ”وہ ہمیں سوچنے گے میں نے حق تمہیں ہوشیار کیا ہے۔“

”ہاں ہمارا خیال ہے کہ وہ بھی سوچنے گے۔۔۔ تو پھر ہم پولیس کو اس پھویشن سے آگاہ نہ کریں۔“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا مشورہ دوں۔ اگر تم پولیس کا اطلاع نہیں دیتے تو تمہارا امر جانا یقینی ہے اور اطلاع دیتے ہو تو پھر میں تمہارا انجام دیکھنے کے لئے اس دنیا میں شر ہوں گی۔“

”یہ تو بہت نرمی بات ہے۔ ہماری خواہش تھی کہ تم ہماری لاش پر بیٹھ کر گیتا رہ جاتیں۔“ عمران نے بہس کر کہا۔

”صفرل۔۔۔“ اس نے حیرت سے کہا۔ ”کیا تم اسے مذاق سمجھتے ہو جو کچھ میں نے ابھی کہا ہے۔“

”تھیں! ہم اسے حقیقت سمجھے ہیں اور اب بخوبی سے اس مسئلے پر فوکر رہے ہیں۔ اچھی بات ہے تم ہوٹل سے باہر نہیں نکلیں گے۔“

”وحدہ کرتے ہو؟“ وہ خوش ہو کر بولی۔

”ہاں! ہم وحدہ کرتے ہیں۔ مگر تمہارے اس گوجر پر برابر جائے پڑتے رہیں گے۔“  
”ٹھہر لے۔۔۔!“

”ہم آج کل سونیصری ٹھفول بن کر وہ گئے ہیں ساس لئے مجبوری ہے۔ ہماری عادت ہے تم ایسے آدمیوں کو بے حد زیج کرتے ہیں جنہیں خود کو خطرناک ظاہر کرنے کا خط ہو۔“

”اچھا خیر۔ مگر تم ہوٹل سے باہر نہیں نکلو گے۔“  
”تھیں نہیں گے۔ جتنا ہم سے ہو سکتا ہے ضرور کر لے گے۔“

”اچھا اب میں چاری ہوں۔ کوشش کروں گی کہ تمہیں وقاوف قاتا حالات سے آگاہ کرتی رہوں۔ کیونکہ تم میری حقیقت سے اس زحمت میں پڑے ہو۔“

”ہاں! اس میں تو کوئی شپٹیں ہے۔ نہ ہم سے ملنے کے لئے روپیک میں جاتے اور نہ اس منہوس آدمی سے ہمارا جھگڑا ہوتا۔۔۔ بہر حال اگر ہمارا جسم جھلکی ہو سکا تو ہم تمہیں یاد رہی کرتے ہوئے دم توڑ دیں گے۔ مگر اس سے پہلے ہمیں ضرور پتا دیا کہ تم کس ملک کی شہزادی ہو۔“

”ٹھفول! میری زندگی میں یہ ناممکن ہے کہ تمہارا جسم جھلکی ہو جائے۔ لیکن تمہیں میرے کہنے کے مطابق عمل رہنا ہو گا۔ میں ایک کم حشیث لڑکی ہوں۔ شہزادی تھیں۔“

”تم کوئی بھی ہو۔ لیکن ہم تمہیں شہزادی ہی سمجھتے ہیں کیونکہ تم ایک عالی طرف لڑکی ہو۔ ہمارے لئے اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال رہی ہو۔“

”میں بہت بُری ہوں ٹھفول۔۔۔ اس کی بُری زہر ملی تھی۔“ مگر خیر بھی رکھتی ہوں۔ میری وجہ سے تم ان حالات میں پڑے ہوا اور بلا جب۔۔۔ اس لئے میں مجبور ہوں کہ تمہیں حالات سے باخبر رکھوں۔۔۔ ورنہ۔۔۔“

”ورنہ کیا۔؟“

”ورنہ کیا یہ مناسب ہے کہ میں تمہیں اپنے ہم وطنوں پر ترجیح دوں!“

”قطیع غیر مناسب ہے۔“ عمران سر پلا کر بولا۔

”پھر؟“

”پھر کچھ بھی نہیں! تم اپنی راہ لو۔ ہم اپنے معاملات خود ہی تھیک کر لینے کی قوت رکھتے ہیں۔“

”ویکھو تم نے ابھی وعدہ کیا ہے۔“

”مگر کب تک؟“

”جب تک میں تمہیں اطلاع نہ دوں۔“

”اچھی بات ہے۔ میکن اس کی مدت کتنی ہو گی۔“

”یکل میج تک ہتا سکوں گی۔“

عمران کو کچھ نہ بولا۔ بلینا اٹھی اور ایک بار پھر اسے ہوٹل ہی تک محدود رہنے کی تائید کرتی ہوئی باہر نکل گئی۔

عمران نے بلند آواز میں ایک جماں ان اور بر انصافی کی بوقت اخفاک تھوڑی ہی بر انصافی خلتوں میں اغراقی اور اُستے تنل کی طرح سر پر ٹھوپنے لگا۔

پھر خاور کا تھہمن کرڑا۔ وہ بائیس بارے وارے دروازے میں گھڑا انس رہا تھا۔

”بلینا دیوی ہے۔ میں کی دیویں کی دیوی۔“

”اوہ کیا۔۔۔“ عمران ہاتھ روک کر بولا۔ ”عورتوں سے تھوڑی ویر گنگلوکر لینے کے بعد اگر کھوپڑی کی دویارہ مرمت نکی جائے تو وہ اونڈھی ہو جاتی ہے۔“

”آخر آپ نے سب کیا کھڑا ک پھیلا یا ہے؟“

”بس دیکھتے جاؤ۔ شہر کی کھیلوں کو چھتے سے نکالنے کیلئے کوڑا اکبڑا اکٹھا کر کے دھوان کرنا پڑتا ہے۔“

”کیا یہ سب کچھ کی خاص ایکیم کے تحت ہو رہا ہے؟“

”قطیعی خاص ہے۔“

”ایکس ٹوکی تیار کردہ ایکسیم ہے؟“

”سو نیصدی۔“

”روجر کے جو ترکس نے لگائے تھے؟“

”ایکس ٹونے۔“

”لہنیں۔ اے، خاور کے لجھے میں جیعت تھی۔

”تحوزی ای تم بھی شرائی کرو۔“ عمران نے بائیکس ہاتھ سے سرہلاتے ہوئے بوتل اس کی طرف بڑھا دی اور بولا۔ ”مجھے تو بڑا سکون مل رہا ہے۔“

”میرا خیال ہے کہ وہ لڑکی آپ کو خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔“

”مجھے باہر لے چلو۔ تصدیق ہو جائے گی۔“ عمران نے سرہلا کر کہا۔

”اگر یہ درست ہے تو پھر اب ہمیں کیا کرنا ہو گا؟“

”ہر انڈی کی ماش کے بغیر یہ چیز بھی میں نہیں آئے گی۔“

”آخر ہر انڈی پر کیوں ٹاؤ کھا رہے ہیں آپ؟“ خاور سکرا کر بولا۔

”سنوا میاں زندگی میں کہلی بارکی کے لئے شراب خریدی تھی۔ اب یہ جو اس میں باقی نہیں ہے کیا اپنے ساتھ تبریز میں لے جاؤں گا؟؟ اورے۔۔۔ ہاں۔۔۔ پیغام۔۔۔ ایک ضروری بات! مگر نہیں۔“ اُس نے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”پہلے دیکھو لو۔“

خاور نے دروازہ کھول کر کارپیڈور میں دوتوں جانب دیکھا اور پھر دروازہ کھلا لی چھوڑ کر واپس آگیا۔

”سمنا ک آدمی ہو۔۔۔“ عمران سرہلا کر بولا۔

”کوئی خاص بات ہے؟“

”خاص الخاص! تم بھی تو شاند مشریعی کی سکرٹ سروس سے ایکس ٹوکے مجھے میں آئے تھے؟“

خاور نے عمران کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سر بلادیا۔

”سی جسمیں کوئی ایسا آدمی یاد ہے۔“ عمران کی آواز بہت دھیمی ہو گئی۔ ”جس کے دامنے ہاتھ میں چھ اٹھیاں رہی ہوں۔“

”ہاں۔ آں۔“ خاور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ ”مگر کیوں؟“

”ہو سکتا ہے کہ ہر اٹھکار وہی ہو۔“

”یہ کیسے کہا جاسکتا ہے؟“

”پروانہ کرو، دو چاروں بعد تم بھی سمجھی کھو گر۔“

”اگر حقیقت ہے تو آپ کو بہت محتاط رہنا چاہئے کیونکہ وہ نازیوں کا پورا دہ ہے۔“

”نازی اب کہاں ہیں کہ وہ بھی بھیشہ زندہ رہ سکے گا۔“

”پھر بھی۔ آپ کو بہت احتیاط سے قدم اٹھانا چاہیے۔ لیکن آخر وہ ایکس تو کیوں بے نقاب کرنا چاہتا ہے؟“

”وہ جانتا ہے کہ ایکس تو پر ہاتھوڑا لے تھیر یہاں قدم رہ جائے گا کیونکہ اس سے پہلے بھی نہ جانے کتنے یہاں آئے اور یہیں وفن ہو گئے۔“

خاور کو گھنہ بولا۔ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔ ”کیوں یہاں ایکس تو کا خیال ہے کہ وہ آدمی وہی چھاٹلیوں والا ہے؟“

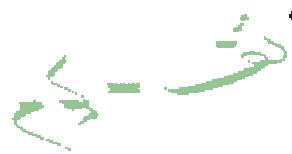
”ہاں ایکس تو کا خیال ہے۔ لیکن وہ بھی ابھی اس کی صحیح رہائش مگاہ سے دافت نہیں ہو سکا۔“

”تب تو عمران صاحب! آپ غلطیوں پر غلطیاں کر رہے ہیں۔ میں پھر عرض کروں گا کہ سو جھو بوجھ سے کام بھجئے۔ چھاٹلیوں والا بہت شاطرا اور کسی بھینسے کی طرح مضربوط ہے۔ بھیجنگ ٹھیم کے دوران سکھا پور میں اس سے سابقہ پڑا تھا۔ ان دونوں وہ جایاں کے لئے کام کر رہا تھا۔ تھاں سے ہم اس سے کہرا گئے۔۔۔ ایک موقع پر ہم چھاؤ میوں نے اسے گھیرا۔۔۔ یقین کیجئے! ہم میں سے صرف دو آدمی زندہ پچھے تھے۔ ایک میں اور دوسرا ایک لشکو بریمز تھا۔ وہ تھا ہم میں سے چار کو ختم کر کے نکل گیا۔“

”بام۔ تو کیا وہ تمہیں پہچان سکے گا؟“

”مشکل ہے کیونکہ ہم سب میک اپ نہیں تھے۔“

عمران کے گھر نہ بولا۔ وہ کسی سوچ میں پڑ گیا۔



(11)

دوسری سچ بیٹھا پھر آئی۔ اُس کی آنکھوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ رات بمر جاگتی رہی ہو۔ عمران نے لہک کر اُس کا استقبال کیا مگر اس کے چہرے پر جلاہٹ کے آثار نظر آتے رہے۔  
”میں اب تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتی۔“ اُس نے غصیلی آواز میں کہا۔

”ہم نہیں سمجھتے تم کیا کہنا چاہتی ہو۔“

”میں نے تم سے کہا تھا کہ اب رو جو کون جھیڑنا۔۔۔“

”ہم کل سے اسی کرے میں بند ہیں! ہمیں اپنا وعدہ آج بھی یاد ہے۔“

”رات رو جو پر گندے اٹھے پھیکنے کے تھے۔“

”رو جو پر گندے اٹھے؟“ عمران نے غصیلی آواز میں دھرا لیا۔

”جاں!“

”ہمارے آدمی تخت نالائق ہوتے چار ہے ہیں۔ گندے اٹھے تو ایک دوسراے آدمی پر چھکنے چاہئے تھے۔ رو جو کے لئے ہم لے ہدایت دی تھی کہ اس پر گندی نالیوں کا بچھر پھینکا جائے۔ ہمیں اس سویں ہے مس بیٹھنا! خیراب کہی۔“

”میں کہتی ہوں کیوں اپنے پیچھے پڑے ہو۔ وہ یہیں گھس کر تمہیں قتل کر دیں گے۔“

”ہمیں اُس دن کا شدت سے انفار ہے۔“

”چلو آج ہی وہ انتظار بھی ختم ہو جائے گا۔ مجھے اب تم سے ذرہ برا بر بھی ہمدردی نہیں رہے گی۔ کیونکہ تمہاری وجہ سے خود میری زندگی خطرے میں پڑ گئی ہے۔ اگر اس پر بھول رات کو گندے اٹھے نہ پھیکنے کے ہوئے تو شاکر آج معاملہ فرض دفع ہو چکا ہوتا۔“

”اگر نہیں ہوا تو ہمارا کیا بگزے گا۔“

”ممکن ہے تمہارا کچھ نہ بگزے لیکن میں تو مار بھی ڈالی جاؤں گی۔“

”تمہارا معاملہ ہماری سمجھے سے باہر ہے۔ آخر م اپنے ساتھیوں سے اتنا اور تی کیوں ہو؟ وہ کیسے لوگ ہیں اور ان سے تمہارا کیا تعلق ہے؟۔۔۔ اگر ہمارا کوئی دوست ہمارے لئے کسی کام کے کرنے سے انکار کر دے تو ہم اُس کا کیا بغاڑ لیں گے؟“ مرتضیٰ ہوتا ہے کہ اگر تم نے ہمیں یہاں سے باہر نہ کالا تو وہ تمہیں مارڈا لیں گے۔“

”میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتی۔“

”ہاں تفصیل میں گئے بغیر ہی اگر آسانی سے جان کل سکتے تو تفصیل میں جانے کی کیا ضرورت ہے۔“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔

”وہ اُسے خصیلی نظروں سے گھوٹی رہی پھر کبھی۔“ ہے ہم! چلو میرے ساتھ۔“

”ہم ہر وقت تیار ہیں۔“

”کیا تم میں ان لوگوں کا مقابلہ کرنے کی سکتے ہے؟“ ”بیکنا ہے! ورنہ اب تک ہم نے پویس طلب کر لی ہوتی۔ ارے تم پرنس آٹ ذھمپ کر کیا سمجھتی ہو۔ ہم ہائی اس کی بجائے ہیوی اس کہلاتے ہیں۔“

”ہیوی اس۔۔۔“

”ہاں! ہم یہاڑی ملاٹے کے نواب ہیں نا۔“

”ارے ختم کرو۔“ وہ جلا کر بولی۔ ”تم مجھے جہنم ہی کے نواب معلوم ہوتے ہو۔ تم پر کسی بات کا اثر ہی نہیں ہوتا۔ کیا تمہارے جسم میں کوئی خبیث روح حلول کر گئی ہے؟“

”جب ہمیں کسی عورت پر غصہ آتا ہے تو ہم بالکل خاموش ہو جاتے ہیں۔۔۔ ہپا!“ عمران نے مظبوطی سے اپنے ہونٹ بند کر لئے۔

”سنوا اسکیم یہ ہے کہ آج تمہیں دن بھر شہر کے مختلف مقامات کی سیر مراتی رہوں اور اُس کے بعد ایک مخصوص جگہ پر لے جاؤں۔“

”اُس سے کیا فائدہ ہو گا؟“ تم نے تو کہا تھا کہ وہ کسی سڑک ہی پر میرا جسم چھانی کر دیں گے۔“

”مگر اب وہ ایسا نہیں کرنا چاہتے۔ اس طرح خواہ مخواہ ہزاروں آرمیوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیں گے۔“

”اے جب مرنا ہی ہے تو تھک کر مرنے سے کیا فائدہ۔۔۔ خواہ مخواہ ادھر ادھر مارے مارے پھر یہیں گے اور اس کے بعد کسی چکر ٹھکانے لگا دیئے جائیں۔ بھی تم ہمیں براور است و ہیں لے چلو جاں ہمیں مرنے ہے۔“

”روج تھم سے زیادہ عقل مند ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اب تم جب بھی باہر نکلو گے تمہارے آس پاس تمہارے آدی بھی موجود ہوں گے۔ لہذا اس طرح وہ تمہارے آرمیوں سے متعلق اندازہ لگانا چاہتا ہے۔“

”اوہ۔۔۔ ہم سمجھے! اس طرح ہمارے آرمیوں کو بھی ٹھکانے لگانا چاہتا ہے۔“

”بہت دیر میں سمجھے۔۔۔ اب مجھے دیکھنا ہے کہ تم کیا کرتے ہو۔“

”سید و جر تو ہمیں بالکل گدھا معلوم ہوتا ہے۔ بھلاں کی عقل میں یا ایکیم کیے آئی۔“

”تم آخوندو کیا سمجھتے ہو۔ دوسروں کو حقیر سمجھنا بڑی نادالی ہے۔ وہ جانپن آکے کسی کو کچھ نہیں سمجھتا تھا۔۔۔ لیکن اس نے جو تے کھائے اور اس پر گندے امڑوں کی بارش ہوئی۔ غرور کا سر بجا ہوتا ہے۔“

”اچھا ایک بات سنو۔۔۔!“ عمران نے سمجھی گی احتیار کرتے ہوئے کہا۔ ”ہालا ارادہ ہے کہ ہم اس مخالفے پر بہت زیادہ ٹھکنندی کا ثبوت پیش کریں۔“

”وہ کیا؟“

”تم اب واپس جاؤ۔“

”کیوں؟“

”ظاہر ہے کہ ہم بالکل ہو گدھے نہیں ہیں کہ خواہ مخواہ اپنا جسم پھٹکی کراؤ لیں مگر ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ ہمارے عوض تم مارڈاں جاؤ۔“

”آہا تو تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں اب اپنے آرمیوں میں واپس شہ جاؤں؟“

”ہاں ہم بھی سوچ رہے تھے۔“

”وہ تھٹھ لڑوں میں بھی سمجھے زندہ نہ مچھوڑیں گے۔“

”اُف نوہ! تو کیا یہ اکوؤں کا کوئی گروہ ہے؟“

”یعنی سمجھ لو۔“

”مگر... تم سے تو کچھ اور بتایا تھا۔“

”ڈاکو پنے گلے میں سائنس بورڈ لیکا کرنیں چلتے۔“

”اب تو ہمیں خوف محسوس ہو رہا ہے۔“

”باہر۔“ ہدینا نے ایک ہندیانی ساتھیہ لگایا۔ پھر بولی۔ ”مگر میں ابھی زندہ رہنا چاہتی ہوں۔“

”یہ ممکن ہے۔ تم میں سے ایک کو یقین طور پر مزنا ہو گا۔“ عمران نے کہا۔

”تم ابھی تک اُسے مذاق بھردے ہوئے یہ بہت بُذری بات ہے۔“ وہ جھلاگی۔

”ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں کس طرح یقین آئے گا۔“ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”اچھا یہ بتاؤ کرو جو ہی اس گروہ کا سر غنہ ہے؟“

”تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو؟“

”تاکہ اس کے متعلق کچھ اندازہ کر سکیں۔ ہمارے والد صاحب اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ ڈاکوؤں کے سر غنے عموماً بہت چالاک ہوتے ہیں لہذا بہت مشکل سے قابو میں آتے ہیں۔“

”روجر اس گروہ کا ایک مسموی سامبر ہے۔ گروہ کے سر غنہ کی چالاکی کا تصور کرنا بھی تمہارے لئے محال ہو گا۔“

”کیوں؟“

”ہم اسے جانتے ہیں! لیکن پھر بھی نہیں جانتے۔“

”کیوں؟“

”اس نے کبھی نہیں اپنی مشکل نہیں دکھائی۔ ہمیشہ چہرے پر نقاب رہتا ہے۔“

”اوہ۔ اسے باپ رے۔“ عمران خوفزدہ آواز میں بولا۔

”کیوں کیا ہوا؟“

”پرہ نشیں گورتوں سے تو تمیں اور بھی ہوں آتا ہے۔“

بلینا ہم پڑی۔ کچھ دیر نہیں رہی اور پھر بولی۔ ”وہ کوئی عورت نہیں ہے بلکہ خونخوار مرد ہے۔“

”تب تو کوئی پرواہ نہیں، ہم گھوٹھٹ میں با تھداں کرائی ڈازی پکڑ لیں گے، بے فکر ہو۔“

”تم باتیں ہی بنا تے رہو گے یا کچھ کرو گے بھی۔“

”آہا۔۔۔ ہاں تو وہ مخصوص جگہ کون ہی ہے؟“

”یا بھی نہیں بتایا گیا۔ کہیں راستے ہی میں معلوم ہوگا۔ مطلب یہ کہ جب ہم یہر کے لئے لٹکیں گے یہاں کی تاریخی عمارتیں دیکھتے ہوں گے۔ اسی وقت کسی تاریخی طرح مجھے اطلاع دے دی جائے گی کہ تمہیں فلاں جگہ لے جاؤ۔ اس سے مجھے شہر ہوتا ہے کہ سر غنی کتاب مجدد پر بھی اختلاف نہیں رہا۔“

”ہاں یہ ممکن ہے۔“

”اس طرح اگر میں تمہیں حالات سے باخبر بھی کر دوں تو تم کچھ نہیں کر سکتے اپنے آدمیوں کو آگاہ کر کے اپنی حفاظت کا انتظام کرو تو بھی بیکار ہی ہوگا۔ تمہارے سارے آدمی ان کی نظر وہ میں آ جائیں گے۔“

عمران پھر سوچنے لگا۔ بلینا بھی خاموش ہو گئی۔ لیکن وہ اُسے ٹوٹنے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

”تم سینیں پھر دو۔۔۔“ عمران نے کہا۔ ”میں ذرا اس مسئلے پر اپنے سیکریٹری سے بھی گفتگو کر لوں۔

”ایک گھنٹے بعد تمہیں یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیے۔“ بلینا بولی۔

”پرواہ مت کرو۔۔۔ بھی ہو گا۔“ عمران نے کہا اور اس کمرے سے باہر نکل گیا۔

(۱۲)

لیکس سڑکوں پر فرانے بھر رہی تھی اور عمران اتنے حزے میں چک رہا تھا جیسے حقیقت زندگی میں پہلی بار شہر کی تاریخی عمارتیں دیکھنے جا رہا ہو۔ بیٹھا مرمر کر پیچھے دیکھنے لگی تھی۔

آخر اس نے کہا۔ ”مغلول! کیا واقعی تم خود کشی ہی کے ارادے سے لکھے ہو؟“

”هم فضول باتوں کا جواب نہیں دیا کرتے۔“

”دیکھوا اس مسئلے پر بحیدگی سے خور کرو۔ میں بھتی ہوں کہ تم پر قابو پانے کے بعد بھی وہ مجھے نہیں چھوڑیں گے۔“

”اسی لئے تو ہمیں اطمینان ہے کہ تم اپنی قبر میں تھا نہیں ہوں گے اب بھلا دہ الگ الگ گڑھے کھو دنے کی رسمت کیوں کرنے لگے، ایک بھی میں دونوں کو دفن کر دیں گے۔“

”خدانگارت کرے۔ تم نے مجھے ہر یہ مصیبت میں پھنسا دیا۔“

”ہم دونوں ہی عارث ہو جائیں گے۔ مگر سنو ہمیں اطلاع ملی ہے کہ دوسرا دنماں بھی کھاتے چلتے اور عیش کرنے کا محتقول انتظام رہتا ہے۔ اس لئے تمہیں اس کی بھی گلرنہ ہونی چاہئے۔“

”میں اب کچھ نہیں بولوں گی۔۔۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم پاگل ہو۔“

”آہ۔۔۔ تو تم یہ بھی جانتی ہو۔۔۔ مگر یہیں مجرت ہے کہ تمہیں یہ کیسے معلوم ہو گیا کیونکہ ہماری دانست میں ہمارے والد صاحب کے علاوہ اور کسی کو اس کا علم نہیں تھا۔ ہاں وہ اکثر کہتے ہیں کہ ہم پاگل ہیں۔ بچپن

میں ہموماً شہتوں کے درخت پر سویا کرتے تھے اور کہتے تھے۔۔۔“

”خاموش رہو۔۔۔ مجھے سوچنے دو۔“

”سوچو۔۔۔“

”مجھے یقین ہے کہ تمہارے کسی آدمی نے ابھی تک ہمارا تعاقب نہیں کیا۔ دو رنگ سڑک سنان پڑی ہے۔۔۔“

”مجاہد ہے ان کی کہ ہمارا تعاقب کر سکیں۔ ایک ایک کی کھال کھنچوالمیں ہم۔“

”تم موت کے منہ میں جا رہے ہو۔ کتنی بار تھاں؟ خدا کے لئے سمجھدی احتیار کرو۔ تم میں وہ خطرناک آدمی بھی دیکھی لے رہا ہے جس کی شکل ہم نے کبھی نہیں دیکھی۔ میرا خیال ہے کہ وہ بھی وہاں موجود ہو گا۔“

”اس سرخ رنگ کے سوالیہ نشان کا کیا مطلب تھا جو تمہیں کل ملا تھا؟“

”وارنک اب نہیں بھی یہ نشان سرخ رنگ میں ملتا ہے وہ خود کو خنوٹ نہیں سمجھتا۔ یہ اس خطرناک آدمی کے عتاب کی علامت ہے۔“

”لیکن تمہیں کس سلسلے میں وارنک ملی ہے۔“

”اسی سلسلے میں کہ میں نے تم سے ربط و پیغام کیوں بلا دھایا۔۔۔۔۔ جب بھی کسی کو یہ نشان ملتا ہے اسے ہر حال میں اس آدمی کا پہنچنا ہوتا ہے۔“

”آہ۔۔۔ ایک دن تم نے روئیک میں ایسا ہی نشان رو جر کو بھی دیا تھا۔۔۔۔۔ میں یاد ہے۔ غالباً اُسی دن جب وہ ہم پر دعویٰس جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر ہمارا خیال ہے کہ اس کی رنگ سرخ نہیں تھی۔“

”وہ مسموی پیغام تھا۔۔۔۔۔ بس اتنا ہی کہ نقاب پوش کے سامنے رو جر کی طلبی ہے۔۔۔۔۔ یہ کارڈ ہم میں سے ہر ایک کے پاس ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ وہ اس وقت رو جر کو طلب کرنا چاہتا تھا لیکن یہ اور استفیل طلب کر سکا۔ اس نے اسے فون پر مخاطب کرنے کی کوشش کی ہو گئی تھیں ظاہر ہے کہ وہ اپنے ہوٹل میں نہیں تھا۔ اس لئے ہم میں سے ہر ایک کو مطلع کیا گیا کہ اس تک پیغام پہنچا دیا جائے۔۔۔۔۔ ہم میں سے ہر ایک رو جر کی ملاش میں نکل پڑا ہو گا۔ میں بھی اسی غرض سے اپنے کمرے سے نکلی تھی وہ بھگا پنے ہی ہوں کے ڈا انگک ہاں میں مل گیا۔ میں نے اسے نشان دکھایا اور وہ فوراً اٹھ گیا۔“

”ارے تو یہ پیغام زبانی بھی دیا جا سکتا تھا کہ وہ اس سے ملاجا ہتا تھا۔“

”نہیں۔۔۔۔۔ اجب ہمارا کوئی آدمی کسی اجنبی کے ساتھ ہوتا ہے تو ہم کسی نہ کسی طرح اسے وہ نشان دکھا کر اشاروں سے پیغام پہنچا دیتے ہیں۔۔۔۔۔“

”ولیکن دوسرا اجنبی اس نشان پر نظر رکھتے ہیں ابھن میں ضرور بیٹلا ہو جاتا ہو گا کرو دیکھا بلائھی۔ ہمارے خیال سے تو ہر طریقہ ناقص ہے۔“

”اب میں کیا بتاؤں۔ میں تمہیں بالکل بدھو گھبھی تھی اسی لئے تمہاری نظر اس نشان پر پڑ گئی تھی ورنہ تمہارے فرشتوں کو بھی علم نہ ہوتا کہ میں نے اُسے وہ نشان کب دکھایا۔“

”میر خشان پر تمہارا کیا حشر چوا تھا؟“

”حاضری تو بہر حال دینی پڑتی ہے۔ لیکن معاملات کی فوجیت کا علم کسی حد تک پہلے ہی سے ہو جاتا ہے۔

۔ شرخ نشان ملتے ہی، ہم سوچتے ہیں کہ ہمیں خطرے سے دوچار ہونے کے لئے تیار رہنا چاہئے کیونکہ اس کا مطلب عتاب بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ہمیں کسی خطرناک گھر میں جو لوگ

”تو کل تم پر نشان مٹے کے بعد اُس کے پاس گئی تھیں؟“

"ہاں! میں اس کے پاس گئی تھی۔ لیکن وہ خلافِ موقع بڑی شرمندی سے چیل آیا اور اس نے بتایا کہ مُرخ نشانِ عظمی سے میرے پاس پہنچا دیا گیا تھا۔ حینماً معمولی نشان پہنچانا چاہئے تھا جس کا مطلب حاضری کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔۔۔ میں نے سوچا ممکن ہے روجرنے عتاب والا سُرخ نشان پہنچا دیا کیونکہ ان

دولوں وہ مجھ سے بہت زیادہ خفا ہو گیا ہے۔۔۔ بہر حال ہمارے سر غش نے تھی کہا تھا۔ میں اب بڑی ابھمن میں ہوں کہ یہ حرف رو بُر کا خوبی معاملہ تھا۔ آخیر سر غش کو تھی اس سے کیوں دلچسپی ہو گئی ہے؟

”ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارے دیدار سے اپنے دل کو سرور اور آنکھوں کو تور بخشا چاہتا ہو۔ کیونکہ ہمیں دیکھنے کے لئے بہت دور سے لوگ آئے ہیں۔“

”اچھا بتم اپنی بکواس بند کرو۔ میں اپنے خمیر کا بارہا کر جکھی ہوں۔ یعنی تمہیں پہلے ہی خطرات سے آگاہ کر دیا تھا۔ تم نے وھیں نہیں دیا، تمہارا فعل ہے۔“

"اچھا بخاموش رہو۔ ہم بھی پکھ دیر خاموش رہ کر سوچا جاتے ہیں۔"